

فَوَجَّوْا نَانَ اُمَّتِ كَ نَام

# پیامِ سیرت

سنن  
ابی داؤد

معیب  
مسلم

معیب  
البخاری

لقد كان لكم في رسول الله

أسوة حسنة

سنن  
ابن ماجه

جامع  
الترمذی

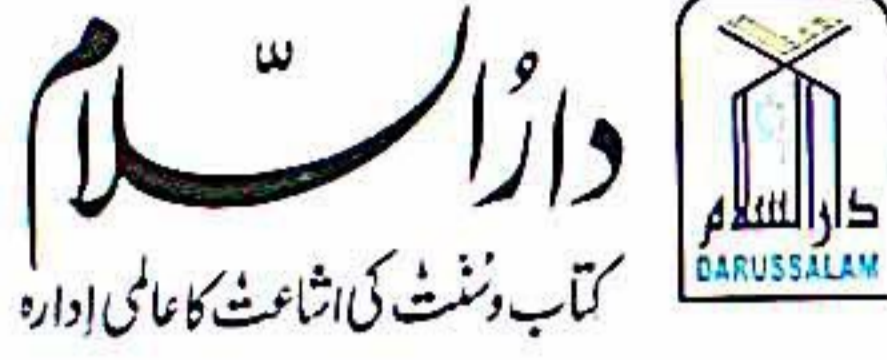
سنن  
النسائی

دكتور محمد عبد الرحمن العرفي



جملہ حقوق اشاعت برائے دارالسلام محفوظ ہیں

297-992  
خ 34 پ  
۱۳۲۱۳



سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ پوسٹ بکس: 22743 الزیاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4033962-4043432 00966 1 4021659 فیکس: 4021659 www.darussalamksa.com

Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الزیاض • انڈیا- فون: 4614483 00966 1 4644945 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 00966 1 4735221 فیکس: 4735221  
• سویڈن فون: 4286641 00966 1 2860422 فیکس: 00966 1 2860422

جدہ فون: 6879254 00966 2 6336270 فیکس: 6336270 • مدینہ منورہ فون: 8234446, 8230038 00966 4 8151121 فیکس: 04 8151121  
النجف فون: 8692900 00966 3 8691551 فیکس: 00966 3 8691551 • خمیس مشیط فون/ فیکس: 2207055 00966 7  
بیج البحر فون: 0500887341 فیکس: 8691551 • تقسیم (بریدہ) فون: 0503417156 فیکس: 00966 6 3696124

امریکہ • نیویارک فون: 5925 001 718 625 • برٹن فون: 0419 001 713 722 • کینیڈا • نصیر الدین الخطاب فون: 4186619 001 416  
لندن • دارالسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لنڈن فون: 77252246-0044 20 85394885-0044 20 • دارالسلام انٹرنیشنل فون: 7739309 0044 0121  
متحدہ عرب امارات • شارجہ فون: 5632623 00971 6 5632624 فیکس: 5632624 • فرانس فون: 52928 0033 01 480 52997 فیکس: 0033 01 480  
انڈیا • دارالسلام انڈیا فون: 45566249 0091 44 45566249 • موبائل: 12041 0091 98841 • اسلامک بکس انٹرنیشنل فون: 4180 0091 22 2373  
• ہڈی بک ڈسٹری بیوٹرز فون: 4892 0091 40 2451 4892 • موبائل: 30850 0091 98493 • ایم ایس براک انٹرنیشنل فون: 42157847 0091 44  
سری لنکا • دارالکتب فون: 358712 0094 115 • دارالایمان ٹرسٹ فون: 2669197 0094 114

پاکستان ہیڈ آفس و مرکزی شو روم

لاہور 36- لوزال، سیکرٹریٹ شاپ، لاہور فون: 24,372 32 4 00 24,372 400 34,372 240 373 42 0092 فیکس: 72 373 540 042

• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 200 54 0092 42 371 200 فیکس: 03 207 373 042

• ۷ بلاک، گول کمرشل مارکیٹ، دکان: 2 (گراؤنڈ فلور) ڈیفنس، لاہور فون: 10 926 356 42 0092

کراچی مین طارق روڈ، ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی فون: 36 0092 21 343 939 فیکس: 37 0092 21 343 939

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/ فیکس: 13 815 22 51 0092

info@darussalampk.com | www.darussalampk.com

نَوَجْوَانَانِ اُمَّتِ كِ نَام

# پیامِ سیرت



صہیفہ سیرت



دکتور محمد عبد الرحمن العرفی

ترجمہ و تخریج: ساجد الرحمن بہاولپوری

۹/۱۵/۱۷

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

© مكتبة دارالسلام، ١٤٣٣ هـ  
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر  
العريفي، محمد بن عبدالرحمن  
(قم فأنذر) دروس من السيرة النبوية / محمد بن عبدالرحمن العريفي - الرياض، ١٤٣٣ هـ  
ص: ٢٣٢ مقاس: ١٤×٢١ سم  
ردمك: ٩٧٨-٦٠٣-٥٠٠-١١٤-٤  
(النص باللغة الأردنية)  
١. السيرة النبوية أ. العنوان  
ديوي ٢٣٩ ١٤٣٣/٤٥٧٨  
رقم الإيداع: ١٤٣٣/٤٥٧٨  
ردمك: ٩٧٨-٦٠٣-٥٠٠-١١٤-٤

## مضامین

10 \_\_\_\_\_ عرض ناشر

12 \_\_\_\_\_ وہ اپنے رسول ﷺ سے نا آشنا کیوں؟

15 \_\_\_\_\_ بہانے مت بناؤ

20 \_\_\_\_\_ رسول اللہ ﷺ کے آباء و اجداد اور خاندان

20 \_\_\_\_\_ بحیثیت یتیم پرورش

21 \_\_\_\_\_ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات

22 \_\_\_\_\_ اولاد

22 \_\_\_\_\_ بیٹیاں

22 \_\_\_\_\_ آفتاب نبوت کی کرنیں

23 \_\_\_\_\_ نزول قرآن کا آغاز

24 \_\_\_\_\_ خفیہ دعوت کے تین سال

25 \_\_\_\_\_ ہجرت حبشہ

25 \_\_\_\_\_ نبی اکرم ﷺ کی ہجرت

25 \_\_\_\_\_ فتح مکہ

26

حجۃ الوداع

26

وفات

28

نبی کریم ﷺ کی زندگی کے اہم واقعات

31

انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات

31

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات

32

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

32

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات

36

پیش گوئیاں اور دروازے کے واقعات سے آگاہی

36

اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے

44

قاتل بن کے آیا، اسیر بن کے نکلا

50

زہر کھلانے کی مذموم کوشش

54

میرے رب نے تمہارے رب کو قتل کر دیا

60

سلام ہو تجھ پر..... اے خبیث!

69

اللہ ابو ذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے!

78

اللہ کو تمہاری مہمان نوازی بھاگئی

86

نظام کائنات میں رسول اللہ ﷺ کے معجزات

86

چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے

90

بادل آئے، ٹوٹ کے برسے

95

حیوانات پر تصرف

95

عرصہ دراز سے خشک دودھ والی بکری کے تھنوں سے دودھ کی دھاریں

101

سرکش اونٹ رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر جھک گیا

105

مریضوں کی شفا یابی

105

جذبہ محبت رسول ﷺ سے لبریز صحابی کی حیرت آفرین داستان

114

لعاب مبارک سے آنکھیں ٹھیک ہو گئیں

117

درختوں پر تصرف

117

کھجور کا تنا رسول اللہ ﷺ کی جدائی پر رو پڑا

119

درخت پر درہ پوشی کا ذریعہ بن گئے

122

اشیائے خورد و نوش میں برکت

122

پانی میں برکت دیکھ کر ایک خاتون اپنی قوم سمیت مسلمان ہو گئی

126

سکون سے پیو..... کوئی پیاسا نہیں رہے گا

129

غزوہ تبوک میں پیاس کی شدت

131

خندق والو! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے

134

ابو ہریرہ! اور پی لو

139

فرشتوں کے ذریعے غیبی نصرت

139

فرشتے باڈی گارڈ بن گئے

140 ہم آپ کا مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں!

140 گستاخان ناموس رسالت کا عبرت ناک انجام!

144 کفار کے گروہوں پر آندھیاں اور طوفان

146 بارش کے ذریعے نصرت

148 اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا انگ انگ نوچ لیتے

152 رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کرنے والا خود گرفتار ہو گیا

156 تمہیں میرے ہاتھوں کون بچائے گا؟

159 گستاخ رسول ﷺ کو قبر نے بھی قبول نہ کیا

161 رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی مذموم سازش

165 رسول اللہ ﷺ کی دعا کا زیور قبولیت سے آراستہ ہونا

165 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے لیے دعا

169 ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے لیے دعا (ایک صبر آزما داستان)

173 خوشا! وہ وقت کہ دیدار عام تھا جس کا

180 حاصل کلام

185 کفار و مشرکین کی گواہی

187 صحابہ رضی اللہ عنہم نے محبت کا حق ادا کر دیا

189 صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے کس طرح محبت کی



192

رسول اللہ ﷺ کے اپنی امت پر کیا حقوق ہیں؟

195

پہلا حق

196

دوسرا حق

197

تیسرا حق

197

رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کے چند خاص مواقع

201

چوتھا حق

201

پانچواں حق

204

چھٹا حق

205

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی جنت میں جانے کا واحد راستہ ہے

217

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر

210

سنت رسول ﷺ کو پس پشت ڈال کر من مانی کرنے والے کا کیا حشر ہوگا؟

217

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اطاعت رسول ﷺ کا جذبہ

222

رسول اللہ ﷺ کا سب سے عظیم حق

224

لمحہ فکریہ

## عرض ناشر

مطالعہ سیرت کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے تاہم موجودہ حالات میں اس کی ضرورت ہمیشہ سے زیادہ ہے۔ بالخصوص نوجوانانِ امت کو مطالعہ سیرت کی طرف راغب کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ لیکن یہ تبھی ممکن ہے جب پیامِ سیرت دلچسپ پیرائے میں پیش کیا جائے گا۔

پیش نظر کتاب کے فاضل مصنف ڈاکٹر محمد عبدالرحمن عرفی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود بھی یہی ہے کہ امت کا نوجوان طبقہ خاص طور سے مطالعہ سیرت میں دلچسپی لے اور پیامِ سیرت کے سمجھنے کی کوشش کرے۔ اس کے لیے انھوں نے جس اسلوبِ نگارش کا انتخاب کیا ہے وہ نہایت دلنشین اور موثر ہونے کے ساتھ ساتھ نوجوان قاری کی گہری دلچسپی کا باعث بنتا ہے۔

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن عرفی سعودی عرب کے جانے پہچانے مصنف ہیں۔ دیارِ عرب میں ان کی خطابت کا بھی بہت شہرہ ہے۔ اس سے قبل ان کی متعدد کتابیں خاصی پذیرائی حاصل کر چکی ہیں جن میں ان کی شہرہ آفاق کتاب ”زندگی سے لطف اٹھائیے“ سرفہرست ہے۔

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن عرفی عظیم مسلم فاتح سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خانوادے سے تعلق رکھتے اور الرياض کی مقامی یونیورسٹی میں معلمی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ تبلیغِ دین کی بے پناہ تڑپ رکھتے ہیں۔ دعوتِ دین کے میدان میں ان کی مساعی جمیلہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کا شمار علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے

ممتاز شاگردوں میں ہوتا ہے۔

اس رنگارنگ کتاب سیرت کا دلکش اردو ترجمہ دارالسلام، لاہور کے فاضل رکن جناب ساجد الرحمن بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ واقعات و احادیث مبارکہ کی تخریج کا کام بھی انھوں نے ہی انجام دیا ہے۔ نامور صحافی محترم احمد کامران نے ترجمے کی ایڈیٹنگ میں خوب عرق ریزی کی ہے۔ جناب حافظ محمد ندیم اور مولانا عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے پروف خوانی کا فریضہ نہایت دلجمعی سے ادا کیا ہے۔ آرٹ ڈائریکٹر جناب زاہد سلیم چوہدری اور سینئر ڈیزائنر محمد نعیم نے اس کی خوبصورت ڈیزائننگ سے چار چاند لگا دیے۔ الحمد للہ! میں ان تمام حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں۔

دارالسلام، لاہور کے مدیر عزیزم حافظ عبدالعظیم اسد میر نے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جن کے زیر نگرانی کتب سیرت کی اشاعت کا یہ بابرکت سلسلہ جاری و ساری ہے۔ ولہ الحمد۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو گم کردہ راہ لوگوں کے لیے راہِ راست پر آنے کا سبب بنائے۔ خصوصاً ہمارے نوجوان طبقے کو محسنِ انسانیت اور غمخوارِ امت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے آشنائی اور اسے اپنی زندگی میں عملاً اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خادم کتاب سنت

عبدالمالک مجاہد

الریاض، سعودی عرب

## وہ اپنے رسول ﷺ سے نا آشنا کیوں؟

وہ منظر دیدہ عبرت سے دیکھنے والا تھا..... ہوا یوں کہ میں حسب معمول کالج گیا..... میں نے بی اے کی کلاس میں قدم رکھا..... میرے سامنے گریجویشن کے مراحل طے کرنے والے طلباء بیٹھے تھے..... میرا آج کا لیکچر سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر تھا..... میں ان طلباء کے روبرو کھڑا ہو گیا..... ارادہ یہ تھا کہ ان کی معلومات کا جائزہ لوں تاکہ میں ان کا علمی معیار جانچ سکوں..... میں نے ان سے پوچھا:

طلبائے عزیز! نبی کریم ﷺ کی کوئی سی چار بیویوں کے نام بتاؤ..... اتنا آسان سوال میں نے شرماتے شرماتے ان کے گوش گزار کیا تھا..... مبادا یہ کہیں: بھلا، بی اے کے طلباء سے یہ بھی کوئی پوچھنے والا سوال ہے؟ چالیس طلباء تھے..... ان میں سے ایک طالب علم نے ہاتھ اٹھایا اور کہا: ڈاکٹر صاحب!..... میں نے کہا: جی، بولیں!

اس نے کہا: خدیجہ رضی اللہ عنہا..... میں نے انگلیوں پر گننا شروع کیا اور کہا: شاباش!..... وہ خاموش ہو گیا..... اتنے میں دوسرے طالب علم نے ہاتھ اٹھایا: ڈاکٹر صاحب! عائشہ!..... میں نے کہا: واہ، بہت خوب!..... اب یہ نوجوان بھی خاموش ہو گیا..... باقی سب انگشت بندھا رہ گئے..... چالیس کے چالیس طلبہ بالکل خاموش ہو گئے!!..... ہاں! چالیس کے چالیس خاموش ہو گئے!!..... میں نے

اپنی اشکبار آنکھوں سے انھیں دیکھا..... اور اپنے پاش پاش دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے کلماتِ تأسف ان کے سامنے دہراتا رہا..... حیف ہے تم پر! کیا تم اپنے رسول ﷺ سے نا آشنا ہو؟..... کیا تم اپنی مقدس ماؤں کو بھی نہیں جانتے؟..... کیا تم واقعی بے خبر ہو!!..... تمہارا کیا بنے گا؟.....

اتنے میں ایک اور طالب علم نے آواز دی: ڈاکٹر صاحب! ڈاکٹر صاحب! مجھے آپ ﷺ کی ایک اور بیوی کا نام یاد آیا ہے۔  
میں نے کہا: بتائیے!

کہنے لگا: آمنہ!! آمنہ..... میں نے نہایت رنج و ملال سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا اور اس سے کہا: اے نادان نوجوان! سیدہ آمنہ تو رسول اللہ ﷺ کی ماں تھیں..... اللہ تجھے تیری ماں سے جدا کر دے!..... وہ شرم کے مارے خاموش ہو گیا..... ان میں سے ایک نوجوان نے سوچا کہ ایسا خوشنما اور حیران کن جواب دوں جس سے ڈاکٹر صاحب کے چہرے پر چھائی ہوئی رنج و ملال کی گھٹا چھٹ جائے۔  
کہنے لگا: ڈاکٹر صاحب! مجھے ایک بیوی کا نام یاد آ گیا ہے..... میں نے کہا: بتاؤ! اُن کا اسم گرامی کیا ہے؟ وہ بولا: فاطمہ!!

کچھ طلباء ہنس پڑے..... کچھ تعجب کے بحرِ بے کراں میں ڈوب گئے..... تیسرا گروپ ان طلباء کا تھا جنہیں کچھ پتہ ہی نہ چلا کہ کیا ہوا ہے..... کیونکہ وہ اسی جواب کو درست سمجھ رہے تھے..... ان کی نظر میں فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی کا نام تھا..... استغفر اللہ! میرے

رنج و غم میں اور زیادہ اذیت ناک اضافہ ہو گیا..... میں نے کہا: اے بے خبر! اللہ تجھے ہدایت دے..... فاطمہ رضی اللہ عنہا تو آپ ﷺ کی بیٹی تھیں..... اُس پر بھی سکوت طاری ہو گیا..... بلکہ سب طلباء بالکل چپ ہو کر بیٹھ گئے.....

میں نے کہا: اچھا تم ایسا کرو مجھے فٹ بال کی کسی ٹیم کے پانچ کھلاڑیوں کے نام بتاؤ..... میں نے کسی قریبی ٹیم کا نام نہیں لیا بلکہ اس ٹیم کا نام لیا جس کے کھلاڑیوں کے نام میرے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ میرے اس سوال کے جواب میں بھی انگشت بندناں رہ جائیں گے..... میں نے کہا: مجھے برازیل کی فٹ بال ٹیم کے کھلاڑیوں کے نام بتاؤ.....

بس یہ سوال کرنے کی دیر تھی کہ کلاس روم ”میں بتاتا ہوں..... میں بتاتا ہوں“ کی آوازوں سے گونج اُٹھا..... اور پھر کھلاڑیوں کے نام دم بدم میرے دامنِ سماعت سے ٹکرانے لگے..... رونا لڈو..... ٹیٹو..... وغیرہ وغیرہ..... میں نے ان ناموں کو شمار کرنے کے لیے اپنی انگلیوں پر گنتی شروع کر دی..... گنتے گنتے ایک ہاتھ کی انگلیوں کی پوریں ختم ہو گئیں..... پھر میں نے دوسرے ہاتھ پر گنتا شروع کر دیا..... اس ہاتھ کی پوریں بھی مکمل ہو گئیں..... میں نے پھر دائیں ہاتھ سے دوبارہ گنتا شروع کیا..... جب وہ پندرہویں کھلاڑی تک پہنچے تو میں نے کہا: بس کرو! بس کرو! جہاں تک میں جانتا ہوں کسی ٹیم کے کھلاڑی گیارہ سے زیادہ نہیں ہوتے..... پھر تم نے پندرہ کھلاڑیوں کے نام کیسے بتا دیے؟ وہ کہنے لگے: ہم نے احتیاطاً پرانے کھلاڑیوں کے نام بھی بتا دیے ہیں.....

ڈوب مرنے کا مقام یہ ہے کہ جب یہ طلباء کھلاڑیوں کے نام بتا رہے تھے

اور میں اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر گنتا اور ان کا نام زبان پر  
 دہراتا جا رہا تھا..... اس دوران اگر میں بھول کر کوئی نام غلط  
 لے بیٹھتا تو اس غلطی کو وہ میری جہالت سمجھ کر ہنسنے لگتے  
 تھے کہ اسے تو کھلاڑیوں کا نام لینا بھی نہیں آتا..... وہ  
 دوبارہ نام لے کر مجھے بتاتے کہ جس طرح آپ نے نام لیا  
 ہے، وہ غلط ہے..... صحیح نام وہ ہے جو ہم بتا رہے ہیں  
 ..... اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ۝﴾

”کیا انھوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا؟ پس وہ اس  
 کا انکار کرنے والے ہیں۔“<sup>1</sup>

### بہانے مت بناؤ

انھیں میرے چہرے پر نمودار ہونے والے غم اور  
 پریشانی کے آثار کا اندازہ ہو چکا تھا، چنانچہ وہ معذرت  
 کرنے لگے: ڈاکٹر صاحب! ہمیں ملامت نہ کیجیے..... ہمارا  
 کوئی قصور نہیں..... ان کھلاڑیوں کو میڈیا والے مشہور کر  
 دیتے ہیں..... اس لیے ہمیں ان کے نام یاد ہو جاتے  
 ہیں..... اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ میں نے انھیں کہا: یہ

جھوٹے عذر پیش نہ کرو..... میڈیا کو کھلی اور چھپی خبریں بتانے اور منظر عام پر لانے کا اختیار حاصل ہے..... مگر اسے یہ قدرت ہرگز حاصل نہیں کہ وہ تمہیں غیر مسلم کھلاڑیوں جیسی شکل و شباهت بنانے اور ان کے رویے اور رواج اپنانے پر مجبور کرے اور تمہیں حکم دے کہ تم ان کے نقش قدم پر چلو..... اخبار کو ٹٹول ٹٹول کر ان کی خبریں تلاش کرو..... ان کے نام یاد کرو..... ان کے قصوں اور واقعات کا بار بار چرچا کرو..... ذرائع اطلاعات و نشریات نے ہمیں اس بات پر تو مجبور نہیں کیا کہ ہم ان کھلاڑیوں کو اپنی روز مرہ کی گفتگو کا موضوع بنا لیں، اپنی مجلسوں میں انہی کے تذکرے کریں اپنا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، شکل و صورت، رنگ و ڈھنگ، کپڑوں کے ڈیزائن اور بودوباش حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک زندگی جیسی بنانے کے بجائے کافر کھلاڑیوں کی طرح بنائیں..... کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا:

«مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»

”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں شمار ہوگا۔“<sup>2</sup>

پھر میڈیا کے بہانے تمہارا عذر سراسر بے بنیاد ہے..... کیونکہ جہاں کھیلوں، ڈراموں اور فلموں کو فروغ دینے والے عناصر موجود ہیں..... وہیں ثقافتی، دینی، ادبی اور علمی تہذیب و تمدن کی نشر و اشاعت کے ذرائع بھی تو موجود ہیں.....



بلاشبہ عریانی اور فحاشی کے کلچر کے مقابلے میں دینی تہذیب و ثقافت کو فروغ دینے والے ذرائع کم ہیں، مثلاً: اچھے اور معیاری جرائد کی کمی ہے اور انٹرنیٹ کے بہت سے پروگرام گمراہ کن ہیں..... مگر اس کے باوجود ہمیں کسی نے مجبور تو نہیں کیا کہ ہم دینی تعلیم و تربیت کو چھوڑ کر ان کے نقش قدم پر چلیں جو خود بھی دین سے بے بہرہ ہیں اور دوسرے لوگوں کے لیے بھی دین سے دوری کا سازو سامان مہیا کر رہے ہیں.....

ایک اور انوکھی بات سنو! چند دن ہوئے..... میں نے ایک بستی میں لیکچر دیا..... میں دوبارہ بتاتا چلوں کہ وہ شہر نہیں بلکہ بستی تھی..... لیکچر رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ پر تھا..... لیکچر کے اختتام پر میں نے سیرت نبوی ﷺ کو سیکھنے اور اس کی مکمل پیروی کی کوشش کرنے کی اہمیت واضح کی..... پھر میں نے انھیں وہی واقعہ سنایا جو میرے اور میرے طلباء کے درمیان گزر چکا ہے..... میرے روبرو چند کمسن بچے بیٹھے تھے..... ان کی عمریں 10 سال سے زیادہ نہیں ہوں گی..... وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے میں نے انھیں بتایا کہ میں نے اپنے طلباء سے پوچھا: مجھے رسول اللہ ﷺ کی کوئی سی چار بیویوں کے نام بتاؤ..... پھر میں نے وہ مکمل سرگزشت اسی طرح سنائی جس طرح عموماً ہر شخص بیان کرتا ہے..... لیکن جب میں نے انھیں یہ بتایا کہ میں نے اپنے طلباء سے برازیل کے پانچ کھلاڑیوں کے نام پوچھے..... تو میرے سامنے بیٹھے ہوئے سب بچوں نے چلا کر کہا: میں

بتاؤں..... میں بتاؤں..... وہ بے چارے یہ سمجھے کہ میں نے خود انھی سے یہ سوال کر دیا ہے..... اس پوزیشن اور صورت حال کو بھی محفوظ کرنے اور لوگوں کو عبرت دلانے کے لیے میں نے اس موقع کو بھی بطور مثال غنیمت سمجھا..... چنانچہ میں ان میں سے ایک بچے کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا: ہاں، اُوبد معاش! چل تو ہی جواب دے..... اس نے کہا: رونا لڈو..... اور..... وہ مزید نام بھی لینا چاہتا تھا مگر میں نے کہا: بس، اتنا ہی کافی ہے..... میں نے اس سے پوچھا: ارے اُوسخرے! تو کس کلاس میں پڑھتا ہے؟ اس نے بغیر ہچکچاہٹ کے مطمئن ہو کر جواب دیا: چہارم (حصہ ب) میں.....!! اب میں دوسرے بچے کی طرف پلٹا اور پوچھا: ہاں تم بتاؤ، اس نے کہا: ٹیٹو..... میں نے پوچھا: تو کس کلاس میں پڑھتا ہے؟ اس نے کہا: پنجم (حصہ ج) میں..... قریب تھا کہ میرے آنسو ٹپک پڑتے..... اور میں نے کئی لوگوں کو دیکھا بھی ہے کہ یہ افسوس ناک واقعہ سن کر ان کی حسرت بھری آنکھیں اشکبار ہو گئیں..... حق بھی یہی بنتا ہے کہ جب لوگ اپنے رہبر اعظم ﷺ کو بھول کر ان لوگوں کی تقلید کرنے لگیں جن کا ہر قول و فعل رسول اللہ ﷺ سے دشمنی اور گستاخی پر مبنی ہے..... اور جب مسلمانوں کے بچوں کا کردار غیر مسلموں کے کلچر کی عکاسی کرتا ہو..... تو پھر آسمان کو پھٹ جانا چاہیے..... زمین کو شق ہو جانا چاہیے..... اور لوگوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے قلزم خون بہنا چاہیے..... جب میں نے مسلمانوں کے بچوں کو جناب رسول ﷺ سے اس قدر نا آشنا اور بے گانہ دیکھا تو میرے ضمیر نے مجھے ملامت کی کہ سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ آج ہمیں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنے پیارے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو پوری کائنات میں عام کر دیں..... پھر گلی گلی اور کوچے کوچے میں اگر صدا بلند ہو..... واقعات

سنائے جائیں..... کسی کو آئیڈیل بنایا جائے..... اپنے معاشرے کی تطہیر اور تہذیب و تمدن کے لیے کسی کو نمونہ بنایا جائے تو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو بنایا جائے..... انھی کے نام کی محفلیں اور مجلسیں منعقد کی جائیں..... اور اپنی ہر کمی کوتاہی کو ان کے ارشاد و عمل کی روشنی میں دور کیا جائے..... ہر بچے کی زبان پر کھلاڑیوں کے بجائے محمد ﷺ کا اسم گرامی ہو..... کیونکہ وہ ہمیں اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور پوری انسانیت بلکہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں..... یہ مختصر کتاب سیرت مقدسہ کے موتی چن چن کر مرتب کی گئی ہے..... اس میں رسول اللہ ﷺ کے معجزات اور آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت کے دلائل تحریر کیے گئے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہم اپنی زندگی کے شب و روز کس طرح رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں بسر کریں..... تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں مرحمت فرمائے..... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب دنیا بھر میں سید البشر حضرت محمد ﷺ کی سیرت عالیہ کی مہک پھلنے کا ذریعہ بن جائے۔ آمین!..... آمین!

دکتور محمد بن عبدالرحمن العریفی

1 المؤمنون 23:69. 2 سنن أبي داود، حدیث: 4031.

## رسول اللہ ﷺ کے آباء و اجداد اور خاندان

رسول اللہ ﷺ کا نام: محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب.....

قبیلہ: قریش، بنو ہاشم (نسبت: قریشی، ہاشمی)  
کنیت: ابو القاسم۔

ماں کا نام: آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب.....

ماں کا قبیلہ: قریش، بنو زہرہ (نسبت: قریشیہ، زہریہ)

جائے ولادت: آپ ﷺ مکہ میں اپنے چچا ابوطالب کے گھر پیدا ہوئے۔

تاریخ ولادت: سوموار، 9 ربیع الاول، عام الفیل (بمطابق 20 اپریل 571 عیسوی)

### بحیثیت یتیم پرورش

ابھی آپ ﷺ ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ آپ کے والد محترم عبد اللہ وفات پا گئے۔ آپ ﷺ کو قبیلہ بنی سعد کی خاتون حلیمہ بنت ابی ذؤیب نے دودھ پلایا۔ چھ برس کے ہوئے تو والدہ محترمہ بھی فوت ہو گئیں، پھر آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ کو اپنی آغوشِ محبت میں لے لیا اور آپ ﷺ کی پرورش کرتے رہے، جب دادا جان بھی فوت ہو گئے تو آپ ﷺ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی ذمہ داری نبھائی۔

## نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات

آپ ﷺ نے پہلی شادی قریش سے تعلق رکھنے والی محترمہ بیوہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا سے کی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر 25 سال اور حضرت خدیجہ کی عمر 40 سال تھی۔ ہجرت سے تین سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں۔ ان کے بعد آپ ﷺ نے دیگر جلیل القدر خواتین سے شادیاں کیں۔ ان کے اسمائے گرامی بالترتیب درج ذیل ہیں:

- 2 حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔
- 3 حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔
- 4 حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا۔
- 5 حضرت زینب بنت خزیمہ بن حارث رضی اللہ عنہا۔
- 6 حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ان کا اصل نام ہند بنت ابوامیہ ہے۔
- 7 حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔
- 8 حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔
- 9 حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، ان کا اصل نام رملہ بنت ابوسفیان ہے۔
- 10 حضرت صفیہ بنت حبیب بن اخطب رضی اللہ عنہا۔
- 11 حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، یہ رسول اللہ ﷺ کی آخری زوجہ مکرمہ تھیں۔

## اولاد

نبی اکرم ﷺ کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے دو بیٹے قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے۔ عبداللہ کا لقب طیب اور طاہر تھا۔ یہ دونوں صاحبزادے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔

آپ ﷺ کی لونڈی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے، وہ بھی کم سنی ہی میں وفات پا گئے۔

## بیٹیاں

رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن تھیں۔ یہ سب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ ﷺ کی باقی ساری اولاد آپ ﷺ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئی تھی۔

## آفتابِ نبوت کی کرنیں

رب ذوالجلال نے بنی نوع انسان کو ظلمت و جہالت اور کفر و شرک کے اندھیروں سے نکالنے اور اپنا پیغام ہدایت پہنچانے کے لیے سید البشر، امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو منتخب فرمایا۔ آپ کی نبوت کا آغاز اس پہلی وحی کے ساتھ ہوا جو اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ غار حرا میں اپنے پروردگار کی بندگی میں مشغول تھے۔ آپ قصرِ نبوت و رسالت کی آخری اینٹ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد نزولِ وحی کا دروازہ اختتامِ عالمِ ناسوت تک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا کیونکہ آپ ﷺ ایسے آفتابِ نبوت ہیں جس کی کرنیں زمین کے

کونے کونے میں قیامت تک آنے والے ہر انسان کے شب و روز کو منور کرتی رہیں گی، آپ ﷺ انسانِ کامل اور ساری انسانیت کے لیے واحد رہبرِ اعظم ہیں، جیسا کہ رب ذوالجلال نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ﴾

”اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“<sup>1</sup>

## نزل قرآن کا آغاز

رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں شروع ہوا اور سب سے پہلے شب قدر میں یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ﴾

”اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ پڑھتے رہیے اور آپ کا رب بڑبڑبے کرم والا ہے۔“<sup>2</sup>

اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے قرآن کریم کی آیات مقدسہ پے درپے نازل ہونے لگیں یہاں تک کہ 23 سال کے عرصے میں قرآن مجید کا نزول مکمل ہوا۔

### خفیہ دعوت کے تین سال

تین سال تک آپ ﷺ پوشیدہ طریقے سے اسلام کی تبلیغ کرتے رہے، فرداً فرداً لوگوں کے پاس جا کر انہیں اللہ کی توحید اور دنیا میں آنے کے مقصد سے آگاہ کرتے رہے، بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ اب دعوتِ حق کا واضح اعلان کر دیجیے اور اپنی قوم کو عذاب الہی سے ڈرائیے، چنانچہ اس کے بعد حضرت محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت علی الاعلان دینی شروع کر دی۔ آپ ﷺ نے کفر اور شرک کے خرافات اور گمراہیوں کا پردہ چاک کیا اور بتوں کی اصل حقیقت بتانی شروع کر دی کہ یہ محض مٹی کے تو دے ہیں، نہ کسی کے نفع کے مالک ہیں اور نہ ہی کسی کے نقصان کے، یہاں تک کہ اسلام کی مقدس دعوت سے مکہ مکرمہ اور اس کے تمام نواحی علاقے گونج اٹھے۔

قریش کے بڑے بڑے سردار یہ آواز سن کر، جس میں مشرکین اور بتوں کے پیجاریوں کو گمراہ قرار دیا گیا تھا، شدتِ غضب سے پھٹ پڑے، یہ گویا ایک بجلی کا کڑکا تھا جس نے مکہ کی پرسکون فضا میں زبردست ارتعاش پیدا کر دیا۔ اسی لیے رؤسائے قریش دعوتِ حق کی اس صدائے مقدس کو دبا دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر اس کے سامنے کوئی ناقابلِ تسخیر چٹان کھڑی نہ کی گئی تو ہمارے آباء و اجداد کے باطل رسوم و رواج کا صفایا ہو جائے گا، اس لیے وہ آپ ﷺ کو اور آپ کے جاں نثاروں کو طرح طرح کے ظلم و ستم کا



نشانہ بنانے لگے۔

### ہجرتِ حبشہ

مشرکین مکہ کی ناقابل برداشت ایذا رسانیوں کی وجہ سے مسلمانوں کا مکہ میں رہنا دو بھر ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اس ملک کو آج کل ایتھوپیا کہا جاتا ہے۔ یہ اولین ہجرت تھی جس میں 12 مرد اور چار عورتیں تھیں۔ کچھ مدت بعد حبشہ کی طرف دوسری ہجرت ہوئی جس میں 83 مرد، 18 عورتیں اور چند بچے شامل تھے۔

### نبی اکرم ﷺ کی ہجرت

جب رسول اللہ ﷺ پر قریش کے مظالم اور دست درازیاں حد سے زیادہ بڑھ گئیں اور انھوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے مذموم منصوبے بنانے شروع کر دیے تو ان نازک و ناگوار حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ 622ء میں مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

### فتح مکہ

ہجرتِ مدینہ کے بعد آپ ﷺ اور قریش کے درمیان جنگیں ہوتی رہیں حتیٰ کہ رمضان 8 ہجری (بمطابق 629ء) میں مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین مکہ کو دندان شکن شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جزیرہ نمائے عرب کے جنگجو قبائل نے بھی آپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ 9 ہجری اور 10 ہجری (بمطابق 630، 631ء) میں عرب کے کونے کونے سے وفود آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچنے اور اسلام قبول

کرنے لگے۔

حجۃ الوداع

10 ہجری (بمطابق 631ء) میں آپ ﷺ حجۃ الوداع کے فرائض سرانجام دے کر واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

وفات

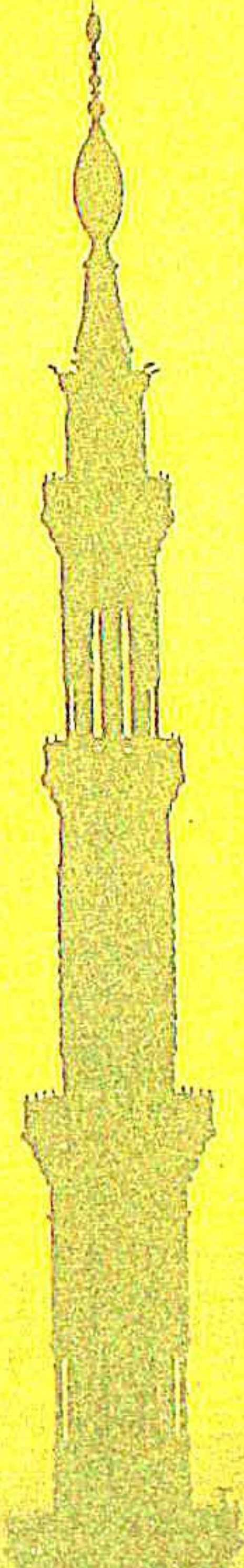
قائدِ قافلہ انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ 12 ربیع الاول 11 ہجری (بمطابق 8 جون 632ء) بروز سوموار کو رحلت فرما گئے۔ آپ ﷺ کی وفات بڑا ہی الم انگیز سانحہ تھا۔ آپ ﷺ سے جدائی کے غم میں صحابہ کرام اس قدر افسردہ ہوئے کہ جب بھی آپ ﷺ کا اسم گرامی آتا تھا ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے تھے۔

﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝﴾

”بے شک ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“<sup>3</sup>

1 سبأ 28:34. 2 العلق 1:96-3. 3 البقرة 2:156.

كل نفس  
ذائقة الموت



## نبی کریم ﷺ کی زندگی کے اہم واقعات

اسراء و معراج: ہجرت سے تین سال پہلے آپ ﷺ اپنے جسم اور روح سمیت ایک ہی رات میں مکہ المکرمہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے، اسے اسراء کہتے ہیں۔ پھر بیت المقدس سے آپ ﷺ نے عالم بالا کا سفر کیا، اسے معراج کہا جاتا ہے۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں۔

سنہ 1 ہجری بمطابق 622ء: اس سال رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ہجرت تاریخ اسلام کا اہم ترین واقعہ ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی متفقہ رائے سے ہجرت کی زبردست اہمیت کے پیش نظر سن ہجری کا آغاز کیا گیا۔ سنہ 1 ہجری میں ہی مسجد نبوی تعمیر ہوئی، اسلامی معاشرے کی تشکیل کی گئی، امت مسلمہ کی بنیاد رکھی گئی اور اسی سال زکاۃ فرض ہوئی۔

سنہ 2 ہجری بمطابق 623ء: اس سال جنگ بدر ہوئی۔ یہ اسلام کی سب سے اہم جنگ اور حق و باطل کا سب سے پہلا فیصلہ کن معرکہ تھا۔

سنہ 3 ہجری بمطابق 624ء: اس سال جنگ احد ہوئی۔

سنہ 4 ہجری بمطابق 625ء: اس سال غزوہ بنو نضیر ہوا۔ یہ جنگ یہودیوں کے خلاف لڑی گئی۔

سنہ 5 ہجری بمطابق 626ء: اس سال دو جنگیں لڑی گئیں:

1 غزوہ احزاب (جنگ خندق) اور

2 غزوہ بنو قریظہ - یہ یہودیوں کے ساتھ برپا ہوا تھا۔

سنہ 6 ہجری بمطابق 627ء: اس سال صلح حدیبیہ ہوئی اور غزوہ بنو المصطلق بھی اسی سال ہوا۔ اسے غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں۔

سنہ 7 ہجری بمطابق 628ء: اس سال غزوہ خیبر ہوا۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کیا۔ یہ اسلام کی تاریخ میں پہلا عمرہ تھا۔

سنہ 8 ہجری بمطابق 629ء: اس سال مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان زبردست معرکہ ہوا۔ اسے اسلامی تاریخ میں غزوہ موتہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، فتح مکہ کا کارنامہ بھی اسی سال انجام پایا۔ اسی سال ثقیف اور ہوازن کے قبائل کے خلاف جنگ ہوئی۔ اسے غزوہ حنین کہا جاتا ہے۔

سنہ 9 ہجری بمطابق 630ء: اس سال غزوہ تبوک برپا ہوا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا اسلام کی مدافعت اور کفر کی مخالفت میں آخری معرکہ تھا۔ اسی سال لوگوں کے جتھے کے جتھے اللہ کے

دین میں داخل ہو کر قبولِ اسلام کے شرف سے سرفراز ہوئے، چنانچہ اس سال کو عام الوفود کے نام سے موسوم کیا گیا۔

سنہ 10 ہجری بمطابق 631ء: اس سال رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کیا۔ اس حج میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں نے حج کا شرف حاصل کیا۔

سنہ 11 ہجری بمطابق 632ء: اس سال رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔ میں اس کتاب میں ایسے مضامین نوکِ قلم پر لایا ہوں جنہیں پڑھ کر ہم سرورِ کائنات ﷺ کے معجزات اور آپ کی نبوت کی بے پایاں نشانیوں سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کے معجزات ایک ہزار (1000) سے زیادہ ہیں۔“

لیکن میں ان میں سے وہی معجزات بیان کروں گا جن کا میں نے ثقہ کتابوں میں خود مطالعہ کیا ہے۔

## انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات

نشانیوں اور معجزات کا ظہور صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہے اور اس سے مقصود ان کی رسالت کی تصدیق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے کوئی ایسا واقعہ رونما کرتا ہے جو قوانین فطرت کی عام روش سے مختلف ہوتا ہے اور اس سے یہ حقیقت آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگا اٹھتی ہے کہ رب ذوالجلال نے اس مکرم پیغمبر کی صداقت ثابت کرنے کے لیے یہ واقعہ بطور نشانی ظاہر فرمایا ہے۔ معجزات کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ ہر رسول کا معجزہ ان مخصوص حالات کی مناسبت سے رونما ہوتا ہے جو اس کے زمانہ نبوت میں موجود ہوتے ہیں۔

### حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات

حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو ان کے دور میں جادوگری کو قبول عامہ حاصل تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسی قسم کے معجزات عطا فرمائے، مثلاً: وہ اپنا ہاتھ بغل سے نکالتے تو وہ چمک رہا ہوتا۔ ان کی لاٹھی کو سانپ بنا دیا۔ ان کے لیے سمندر میں شگاف ڈال کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

جس دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرف نبوت سے سرفراز ہوئے، ان دنوں طب کا چرچا تھا اور بیماریوں کے علاج کے لیے طرح طرح کے طریقے مروج تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معجزہ مسیحائی سے نوازا۔ اس خصوصیت کے باعث آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مریضوں کو شفا یاب اور مردوں کو قُومِ بَاذِنِ اللہ کہہ کر زندہ کر دیتے تھے۔

## حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات

اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مختلف معجزات سے نوازا تھا جنہوں نے مخلوقِ الہی کو حیران اور لاجواب کر دیا۔ آپ کا ایک عظیم معجزہ قرآن مجید فرقانِ حمید ہے جس نے عرب کے نہایت فصیح و بلیغ اور قادر الکلام شاعروں اور شعلہ نوا خطیبوں کو بھی ہکا بکا کر دیا۔ ان کے دل کے ایک ایک ریشے نے گواہی دی کہ قرآن کریم کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ وہ کلامِ الہی جیسی ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے۔

چنانچہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَقَالُوا لَوْ لَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ط قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ ط  
وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ○ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى  
عَلَيْهِمْ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَى لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ع﴾

”اور انہوں نے کہا: اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے معجزے



کیوں نہیں اتارے گئے؟ (اے پیغمبر!) آپ فرمادیں کہ معجزے اللہ کے پاس ہیں اور میں تو صرف کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں۔ کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے، بے شک اس میں یقینی رحمت اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔<sup>1</sup>

آپ ﷺ کی نبوت کے واضح براہین و دلائل اتنی کثرت سے ہیں کہ کوئی انسان آپ ﷺ کے نبی ہونے کی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہ جسارت تو صرف وہی کر سکتا ہے جو سرکش، ہٹ دھرم، ضدی اور متعصب ہونے کے ساتھ ساتھ جانے بوجھے حق و صداقت کا انکار کرنے والا متکبر شخص ہو۔ وہ ظالم کفار جنہوں نے آپ کے خلاف معرکہ آرائی کر کے آپ کا جینا دشوار کر دیا تھا، وہ بھی اپنے دل میں آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت کے معترف تھے، یہ صرف ان کا جبٹ باطن، غرور، تکبر، عناد اور سرکشی تھی جس کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کی پیش کردہ دعوتِ حق کو قبول نہ کر سکے۔ ان کے مشرّف باسلام ہونے میں صرف بے جا غرور حائل تھا۔ کیا آپ نے ابوطالب کے یہ اشعار نہیں سنے؟

وَاللّٰهُ! لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ  
 حَتّٰى اَوْسَدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنَا  
 وَدَعَوْتِنِي وَعَلِمْتُ اَنَّكَ نَاصِحِي  
 فَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ فِيْنَا اَمِيْنَا



وَعَرَضْتُ دِينًا قَدْ عَرَفْتُ بِأَنَّهُ  
مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِينًا  
لَوْلَا الْمَلَامَةُ أَوْ حِذَارُ مَسَبَّةٍ  
لَوَجَدْتَنِي سَمْحًا بِذَلِكَ مُبِينًا

”میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں یہ لوگ اپنے  
لاؤ لشکر سمیت بھی آجائیں تو تم تک نہیں پہنچ سکتے، یہاں تک کہ میں  
مٹی میں دفن کر دیا جاؤں۔ تم نے مجھے اپنے رب کی طرف دعوت دی  
ہے، میں خوب جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو، اپنی بات میں سچے  
اور کھرے ہو، سب سے بڑھ کر امانت کے پاسدار ہو، تم نے جو دین  
ہمارے سامنے پیش کیا ہے، میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ کائنات  
کے تمام ادیان سے بہتر، سربر آوردہ اور عالم گیر دین ہے۔ اگر مجھے



ملامت گروں کی ملامت، اپنے عزیزوں سے قطع تعلق، عار اور توہین کا  
ڈرنہ ہوتا تو تم دیکھتے کہ میں تمہارے لائے ہوئے دین کا علی الاعلان  
اطاعت گزار ہوتا۔<sup>2</sup>

محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی صداقت اس قدر درخشاں تھی کہ یہودی علماء  
بھی آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان گئے کہ آپ ﷺ وہی سچے نبی ہیں جن کے  
تشریف لانے کی خبر ان کی کتاب تورات میں دی گئی ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے  
کہ آپ ﷺ کی اتباع کرنا فرض ہے۔ انہوں نے صرف اندھے تعصب، ہٹ  
دھرمی اور عناد کی بنا پر دین متین قبول کرنے سے انکار کیا۔

ہم یہاں رسول اللہ ﷺ کے چند مشہور نوعیتوں کے معجزات کا ذکر کرتے

ہیں:

1 العنکبوت 29:51,50. 2 دلائل النبوة للبيهقي: 341/2.

## پیش گوئیاں اور دراز کے واقعات سے آگاہی

اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے

رسول اللہ ﷺ نے بہت سی پیش گوئیاں فرمائیں..... کبھی کبھی آپ ایسے واقعے کے بارے میں بھی خبر دے دیتے تھے..... جس کے واقع ہونے کا کسی کو سان گمان بھی نہ ہوتا..... لیکن وقت آنے پر وہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے عین مطابق رونما ہو جاتا تھا..... اس کی نمایاں مثال یہ واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینے کی طرف ہجرت کرنے کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے مکہ گئے..... وہاں امیہ بن خلف کے مکان پر ٹھہرے..... کیونکہ ان دونوں کے درمیان دور جاہلیت ہی سے بڑی دوستی تھی اور ابھی تک مسلمانوں اور کفار کے مابین جنگیں بھی شروع نہیں ہوئی تھیں..... امیہ جب شام کی طرف سفر کرتا تھا تو اپنے دوست سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرتا تھا..... وہاں کچھ دن آرام کرنے کے بعد تازہ دم ہو کر پھر سفر شروع کر دیتا تھا..... یہی معمول حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تھا..... وہ جب مکہ جاتے تو امیہ ہی کے ہاں قیام کرتے تھے۔

اس مرتبہ جب وہ امیہ کے گھر گئے تو اُس سے کہا: امیہ! تو میرا دوست ہے..... میرے لیے کوئی ایسا وقت نکال کہ میں لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہوں اور تنہائی میں بیت اللہ کا طواف کر آؤں.....

امیہ نے کہا: تھوڑی دیر انتظار کرو..... جب آدھا دن ڈھل جائے گا تو دوپہر



کو شدید گرمی پڑے گی..... لوگ اپنے اپنے گھر میں دبک کر ہر چیز سے غافل اور بے خبر ہو جائیں گے، تم آرام سے طواف کر آنا.....

چنانچہ جب سورج کی حدت شدت اختیار کر گئی..... اور آفتاب کی کرنیں چنگاریاں برسانے لگیں تو لوگ کام کاج چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چل دیے..... امیہ نے فوراً حضرت سعد کو ساتھ لیا اور خانہ کعبہ کی طرف چل پڑا.....

چلتے چلتے سرراہے انھیں مشرکین کا سردار ابو جہل مل گیا..... ابو جہل نے سعد رضی اللہ عنہ کی طرف گھور کے دیکھا..... لیکن پہچان نہ سکا..... اس نے امیہ سے پوچھا: ابو صفوان! یہ تیرے ساتھ کون ہے؟

امیہ نے جواب دیا: یہ سعد بن معاذ یثربی ہے (یعنی مدینہ سے آیا ہے)..... ابو جہل سوچنے لگا کہ اہل یثرب تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی ہے..... جب وہ ہجرت کر کے گئے تھے تو اہل یثرب نے ان کا زبردست استقبال کیا تھا..... یہ خیالات اس کے دماغ میں گلہری کی طرح چکر کاٹنے لگے..... وہ طیش میں آ گیا اور چیخ چیخ کر بولا: اچھا! تم یہاں میری آنکھوں کے سامنے بے فکری سے بیت اللہ کا طواف کر رہے ہو؟ تم نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھ صابیوں، یعنی اپنے آباؤ اجداد کا دین بدلنے والوں

کو پناہ دی ہے.....

سعد رضی اللہ عنہ بالکل خاموش رہے..... انہوں نے ابو جہل کی خرافات کا کوئی جواب ہی نہیں دیا..... ابو جہل پھر بولا: ارے! تم لوگ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو؟ بھلا تم ان بے خانمان کنگلے، بے گانہ اور بے حیثیت مہاجرین کی مدد کرو گے؟ اللہ کی قسم! اگر تو ابو صفوان کے ساتھ نہ آیا ہوتا تو یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکتا تھا.....

سعد اپنی قوم کے سردار تھے..... انہیں ابو جہل کی یہ بے ہودہ گفتگو بڑی ناگوار گزری..... انہوں نے بھی سخت لہجے میں جواب دیا:

ابو جہل! اگر تو مجھے طواف کرنے سے روکے گا تو میں تجھے ایسی چیز سے روک دوں گا جو تجھ پر اس سے کہیں زیادہ گراں گزرے گی..... جب تو سامان تجارت لے کر شام کی طرف جائے گا تو میں مدینے میں تیرا راستہ روک لوں گا.....

سعد کو معلوم تھا کہ ابو جہل تاجر ہے اور اس کے تجارتی قافلے مدینے ہی سے گزر کر شام کی طرف جاتے ہیں..... حضرت سعد کی یہ دھمکی سن کر ابو جہل ڈر گیا..... پھر حضرت سعد سے مشتعل ہو کر جھگڑنے لگا..... امیہ یہ صورت حال دیکھ کر مشکل میں پڑ گیا کہ کس کا ساتھ دے؟

ایک طرف حضرت سعد تھے جو مدینے میں اپنی قوم کے معزز سردار تھے..... دوسری طرف ابو جہل تھا جو مکہ میں اپنی قوم کا رئیس تھا..... تھوڑی دیر گوگو کی حالت میں رہنے کے بعد آخر کار اس کا دل ابو جہل ہی کی طرف مائل ہو گیا..... وہ سعد سے کہنے لگا: سعد! ابوالحکم کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولو..... کیا تم

جانتے نہیں یہ وادیِ مکہ کے سردار ہیں؟

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیہ! ابو جہل کی زیادہ حمایت نہ کرو..... میں تم سے بھی نمٹ لوں گا..... اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے.....

یہ الفاظ امیہ پر بجلی بن کر گرے..... وہ حواس باختہ ہو گیا..... سر اسیمہ ہو کر بولا: محمد (ﷺ) مجھے قتل کر دیں گے..... کہاں.....؟ مکہ میں یا کسی اور جگہ.....؟

سعد نے جواب دیا: ”بس! میں اور کچھ نہیں جانتا.....“

امیہ کے چھلکے چھوٹ گئے..... خوف و ہراس کے مارے وہ پسینے میں شرابور ہو گیا..... اور بار بار یہ الفاظ کہتا ہوا واپس بھاگ گیا: اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے..... وہ فوراً اپنے گھر پہنچا..... اور لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں اپنی بیوی سے کہنے لگا:

ام صفوان! کچھ معلوم ہے سعد نے کیا کہا ہے؟

ام صفوان: تم بتاؤ..... کیا کہا ہے؟

امیہ: سعد نے بتایا ہے کہ محمد (ﷺ) نے مسلمانوں سے کہہ دیا ہے کہ میرا سر قلم کر دیا جائے گا..... یہ بات سن کر امیہ کی بیوی پر بھی بجلی

گر پڑی..... وہ گھبرا کر بولی: محمد (ﷺ) تجھے قتل کریں گے.....؟ کہاں.....؟  
مکہ میں.....؟

امیہ: یہ میں نہیں جانتا.....

ام صفوان: اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے.....

امیہ مجبوظ الحواس ہو کر بولا: واللہ! میں سرزمینِ مکہ سے باہر ہرگز قدم ہی نہیں رکھوں گا.....

کئی دن بیت گئے..... اطلاع ملی کہ ملک شام سے قریش کا ایک تجارتی قافلہ آرہا ہے..... رسول اللہ ﷺ اس کا راستہ روکنے نکلے..... ادھر سالارِ قافلہ ابوسفیان کو بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی نقل و حرکت کا پتہ چل گیا..... اس نے قریشِ مکہ کو پیغام بھیجا کہ فوراً لڑائی کے لیے نکل آؤ اور اپنے قافلے کو بچانے کی فکر کرو..... جو نہی یہ پیغام پہنچا مکہ میں کھلبلی مچ گئی..... ابو جہل کھڑا ہو گیا..... لوگوں کو مسلمانوں سے جنگ کے لیے اُکسانے لگا..... اس نے اہل مکہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا: نکلو! اپنے قافلے کو بچاؤ اور اپنے مال و متاع کی حفاظت کرو.....

اہل مکہ نے جنگ کی تیاری شروع کر دی..... کوئی اپنی تلوار تیز کرنے لگا..... کوئی تیر سیدھے کرنے لگا..... کچھ لوگ جنگی ساز و سامان جمع کرنے لگے..... بہت سے مشرکین اپنے گھوڑوں پر زین کس کر مرنے مارنے پر تیار ہو گئے..... بس ایک امیہ بن خلف ہی تھا جو چپ چاپ دبکا بیٹھا تھا..... اُسے اپنی موت نظر آرہی تھی..... وہ اپنے گھر سے نکلا اور کعبے کے پیچھے چھپ گیا..... ابو جہل کو پتہ

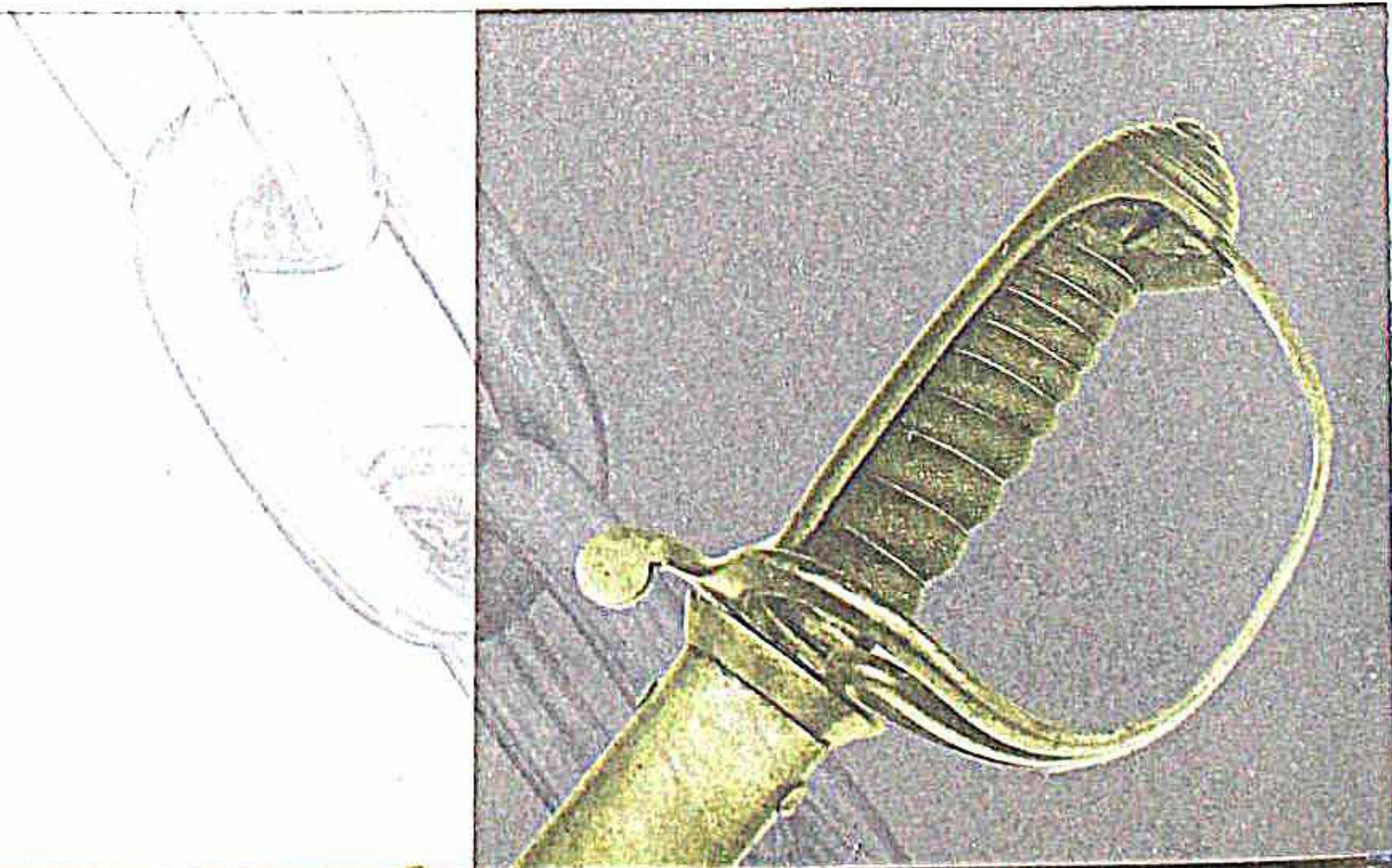


چل گیا کہ امیہ جنگ سے بچنے کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے..... وہ  
فوراً اس کے پاس پہنچا اور بولا:

ابوصفوان! تو وادی مکہ میں رہنے والوں کا سردار ہے..... لوگ  
جب تجھے میدان جنگ سے غائب پائیں گے تو ان کے قدم بھی  
لڑکھڑا جائیں گے.....

امیہ پر ابو جہل کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا..... وہ اچھی طرح جانتا  
تھا کہ محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے..... اس کے دل میں یہ  
خیال بار بار کروٹ لے رہا تھا کہ جب محمد (ﷺ) نے کہہ دیا ہے  
کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے تو اب زمین پھٹ سکتی..... فلک میں  
شگاف پڑ سکتا ہے..... کائنات کا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے مگر میں  
ہرگز زندہ واپس نہیں آ سکتا.....

ابو جہل حقیر، ذلیل اور بے ننگ و ناموس تو تھا ہی لیکن اس کے  
ساتھ ساتھ وہ نہایت چالاک بھی تھا..... وہ فوراً ایسی ترکیب



سوچنے لگا جس کے ذریعے وہ امیہ کو میدانِ جنگ میں جانے پر مجبور کر دے.....  
اب سُنئے کہ اسے کیا سوچھی؟

اس نے ایک خوشبودان اٹھایا..... اس میں سلگتا ہوا عود رکھا..... جس سے  
کپڑے کو دھونی بھی دی جاتی ہے..... وہ یہ خوشبودان لے کر امیہ کے پاس  
پہنچا..... امیہ اس وقت خانہ کعبہ کی چھاؤں میں اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ جو  
گفتگو تھا..... چالباز ابو جہل نے امیہ کو چڑاتے ہوئے کہا:

اے ابو صفوان! لے یہ خوشبودان لگا لے..... تو مرد نہیں ہے..... بلکہ تُو تو ایک  
چھوٹی موٹی عورت ہے..... لڑائی کے نام سے تیری جان نکلی جا رہی ہے..... تجھ  
میں دشمن کا سامنا کرنے کی ہمت ہی نہیں..... بس اس کا مطلب یہی ہے کہ تو  
گھر میں منہ چھپا کر عورتوں کے ساتھ بیٹھ جائے اور ہم تیری جگہ جا کر لڑیں.....  
ارے بزدل! عورت بننا ہے تو پھر پوری طرح عورت بن! جس طرح عورتیں  
خوشبودان کرتے بنناؤ سنگار کرتی ہیں تو بھی اسی طرح خوشبودان لگا اور گھر میں بیٹھ  
جا..... بلاشبہ ابو جہل بہت بڑا مکار اور دغا باز تھا..... اسے معلوم تھا کہ دکھتی ہوئی  
رگ پر کس طرح ہاتھ رکھا جاتا ہے..... جوں جوں امیہ ابو جہل کی باتیں سنتا گیا  
اس کی غیرت جوش کھاتی چلی گئی..... وہ ایک دم طیش میں آ گیا اور بھڑک کر بولا:  
تُو مجھے مجبور کر ہی رہا ہے تو دیکھ! اللہ کی قسم! میں اُس تیز رفتار اونٹ پر بیٹھ کر  
جنگ کے لیے جاؤں گا جس سے زیادہ تیز رفتار اونٹ پورے مکہ میں موجود  
نہیں..... یہ کہہ کر وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا..... گھر پہنچا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا:

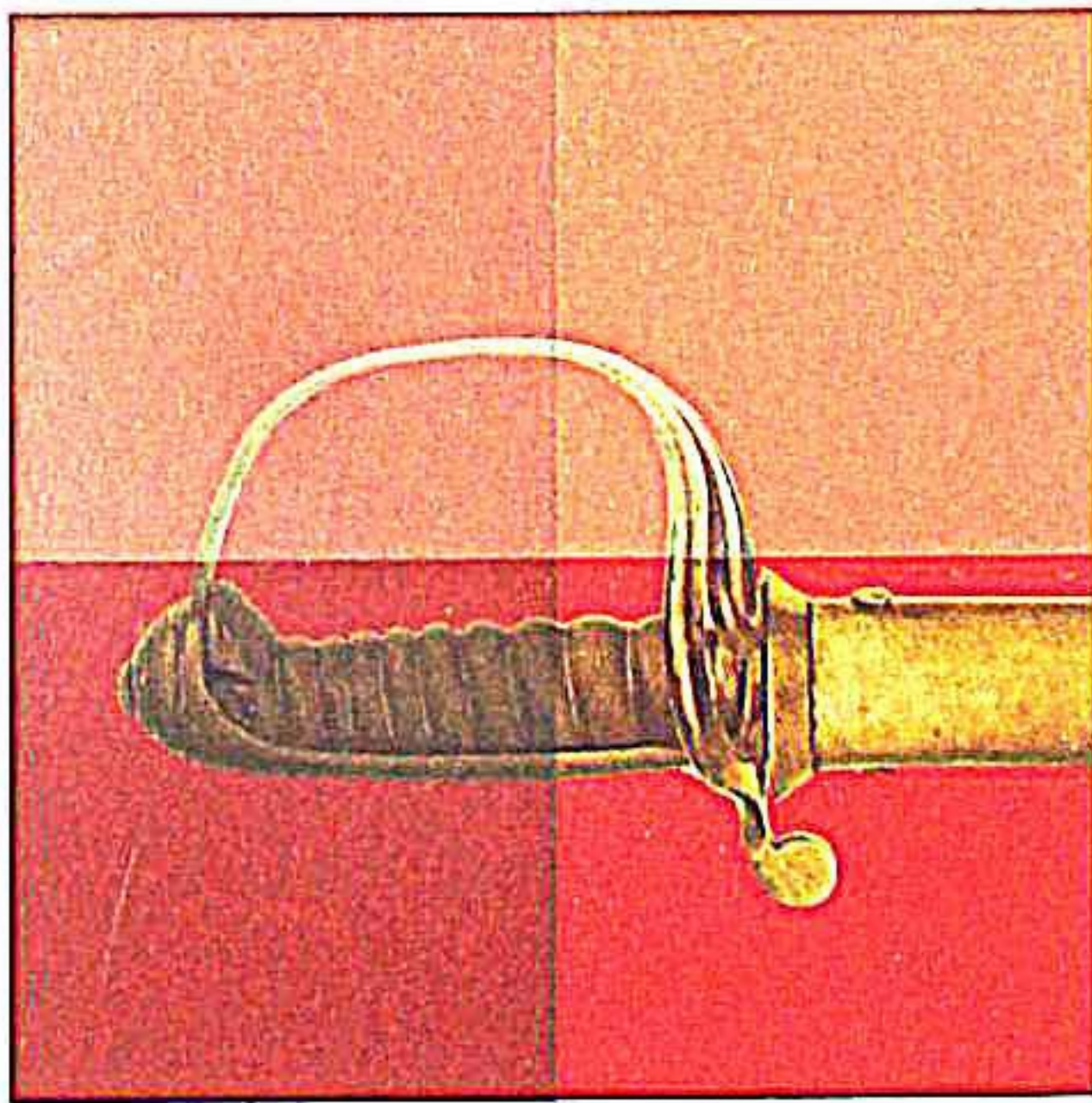
ام صفوان! مجھے ہتھیاروں سے لیس کر دے..... وہ بولی: ابو صفوان! کیا تم

اپنے بیٹری دوست کی بات بھول گئے؟

امیہ: نہیں، میں وہ بات نہیں بھولا..... مگر میں اہل مکہ کے ساتھ میدان جنگ میں نہیں جا رہا..... میں تو بس نمائشی طور پر تھوڑی دُور ہی جاؤں گا..... پھر جو نہی موقع ملے گا آنکھ بچا کر کھسک آؤں گا.....

امیہ نے فی الواقع اسی طرح کیا..... وہ لشکر کے ساتھ نکلا..... راستے میں جہاں بھی لشکر آرام کے لیے یا کھانا کھانے کے لیے پڑاؤ ڈالتا تھا امیہ اپنا اونٹ لشکر سے کچھ فاصلے پر باندھتا..... تاکہ موقع پاتے ہی چپکے سے نکل بھاگے..... لیکن ابو جہل اُسے کہاں جانے دیتا تھا؟ وہ تو تاک میں تھا..... اس کی نگاہ امیہ ہی کی نگرانی کر رہی تھی..... اسے پکا یقین تھا کہ امیہ کا جو نہی داؤ لگے گا وہ کلمہ فرار پڑھ کر غائب ہو جائے گا..... لشکر منزل کی جانب رواں دواں تھا..... امیہ کو بھاگنے کا موقع ہی نہ ملا..... مشرکین میدان بدر میں جا پہنچے..... حق و باطل کے اس اولین معرکے میں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے عین مطابق امیہ قتل ہو کر موت کے گھاٹ اتر گیا.....<sup>1</sup>

1 صحیح البخاری، حدیث: 3950, 3632.



## قاتل بن کے آیا، اسیر بن کے نکلا

بسا اوقات آپ ﷺ ایسے واقعے کے بارے میں بھی اطلاع دے دیتے تھے جو آپ ﷺ کی نظر سے بہت دور کہیں رونا ہوا جاتا تھا..... مثلاً: مکہ میں کوئی حادثہ پیش آگیا یا فارس میں یا یمن میں کوئی واقعہ ظہور پذیر ہو گیا..... لیکن آپ ﷺ نے مدینہ میں بیٹھے ہی صحابہ کرام کو اس سے مطلع فرما دیا.....

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جنگ بدر میں مشرکین قریش ذلت آمیز شکست کھا کر مکہ کی طرف پلٹ گئے..... ان کے ستر بڑے بڑے سردار واصل جہنم ہو گئے تھے اور 70 افراد مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے..... قریش کے لیے یہ بہت بڑا عذاب الیم تھا.....

عمیر بن وہب مٹر گشت کرتا ہوا کعبہ کی طرف آنکلا..... کعبہ کے سائے میں، حجر اسود کے پاس اسے صفوان بن امیہ دکھائی دیا..... عمیر بھی اس کے پاس جا بیٹھا..... دونوں باتیں کرنے اور باہمی دکھ سکھ بانٹنے لگے..... دونوں مصیبت کے مارے تھے..... عمیر کا بیٹا مسلمانوں کی قید میں تھا اور صفوان کا باپ امیہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا..... صفوان نے کہا: اللہ کی پناہ! بدر میں مارے جانے والوں کے بعد زندگی کتنی اجیرن ہو گئی ہے.....

عمیر بولا: ہاں یار! تم ٹھیک کہتے ہو..... ان کے بعد جینے کا مزہ ہی نہیں رہا..... پھر اس نے شدید غم و غصے میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا:

افسوس! میرے ذمے بہت بھاری قرضہ ہے..... اُسے ادا کرنے کی بھی مجھ میں سکت نہیں..... اپنے بال بچوں کے گزارے کے لیے بھی میرے پاس کچھ نہیں..... مجھے کچھ ہو گیا تو یہ بے چارے بھوک کے مارے مرجائیں گے..... ایسی تنگ حالت نہ ہوتی تو میں اڑ کر مدینے جاتا اور محمد (ﷺ) کا سرتن سے جدا کر دیتا..... اے صفوان! تو بڑا مالدار ہے..... اگر تو یہ ساری ذمہ داری اٹھالے تو میرے پاس مدینے جانے کا بڑا اچھا بہانہ ہے..... صفوان نے پوچھا: وہ کیا بہانہ ہے؟

عمیر بولا: میں مدینہ جا کر محمد (ﷺ) کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کروں گا..... اُن سے کہوں گا کہ میرا بیٹا آپ کی قید میں ہے..... میں فدیہ دے کر اسے چھڑانے آیا ہوں..... صفوان یہ بات سن کر جھوم اٹھا..... اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ تو انتقام لینے کا بہترین موقع ہے..... اس نے فوراً عمیر کو یقین دلایا: تو فکر نہ کر، تیرا سارا قرضہ میں ادا کروں گا..... باقی رہی تیری اولاد تو اُسے بھی اپنی اولاد سمجھ کر پالوں گا..... تو بے فکر ہو کر مدینے چلا جا اور محمد (ﷺ) کا نام و نشان مٹا دے.....

عمیر سمجھ گیا کہ میں بات کر کے پھنس گیا ہوں..... اپنے آپ کو خود شکنجے میں جکڑا ہے..... لیکن اب تو بات سے پھر بھی نہیں سکتا..... صفوان آیا موقع ہاتھ سے نہیں گنونا چاہتا تھا..... اس لیے بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا..... اس نے عمیر کے لیے سواری کا بندوبست بھی کر دیا اور اسے زہر میں بجھی ہوئی ایک تلوار بھی تھما دی.....

عمیر نے اپنے گھر والوں کو الوداع کہا اور مدینے کی طرف چل دیا..... دورانِ سفر وہ پلٹ پلٹ کر اپنے وطن کے گھروں اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا..... آخر کار وہ مدینے جا پہنچا اور مسجد نبوی کا رخ کیا..... مسجد کے دروازے کے سامنے اترا..... سواری باندھی..... اپنی بے نیام تلوار گردن میں لٹکائی..... مسجد میں گھسا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف چل پڑا..... اس دشمن رسول ﷺ پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑ گئی..... وہ ایک دم زور سے چلا کر کہنے لگے: ارے! یہ دیکھو، یہ اللہ کا دشمن ہے..... یہ وہی ہے جس نے بدر والے دن قریش کو ہمارے خلاف بھڑکایا تھا.....

عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے اس کی طرف لپکے تاکہ وہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک نہ جانے پائے..... لیکن فاروق اعظم کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی وہ اپنی منزل تک پہنچ گیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا..... اس کا مذموم منصوبہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کو باتوں میں الجھالے اور سنبھلنے کی مہلت ہی نہ دے..... اچانک تلوار کا وار کرے اور آپ ﷺ کی زندگی کا چراغ گل کر دے.....

کتنا نادان تھا یہ شخص!..... انجام سے بالکل بے خبر!! وہ سمجھتا تھا کہ یہ ہولناک جرم بڑی آسانی سے کر لوں گا..... اسے کیا معلوم تھا کہ قدرت نے اس کے نصیب میں کیا لکھ رکھا ہے؟

امام الانبیاء ﷺ نے نگاہ اٹھائی..... عمیر کی طرف دیکھا، پھر اس کی تلوار پر نظر پڑی..... دریافت فرمایا: عمیر! کس غرض سے آئے ہو؟ عمیر اس سوال کے جواب کے لیے پہلے ہی تیار تھا..... فوراً بولا: میرا بیٹا تمھاری قید میں ہے..... اس کا فدیہ دینے اور اسے چھڑانے آیا ہوں..... تم تو مزے میں ہو، تمھارے تمام عزیز و اقارب، بہن بھائی، بیوی بچے تمھاری نظروں کے سامنے ہیں..... مگر ہماری اولاد کو تم نے ہماری نظروں سے اوجھل کر دیا ہے.....

اس سے تمھیں کیا ملے گا؟ بہتر ہے کہ تم فدیہ لے لو اور ہمارے قیدی چھوڑ دو۔

آپ ﷺ نے معاً فرمایا: جو شخص اپنا قیدی چھڑانے آتا ہے اس کی گردن میں تو مال و متاع کی گٹھڑی جھول رہی ہوتی ہے..... مگر تمھاری گردن میں بے نیام تلوار چمک رہی ہے..... آخر اس کا کیا مطلب ہے؟

عمیر چالاک بنتے ہوئے بولا: اللہ اس تلوار کو رسوا کرے! بدر کے دن ہماری تلواریں بے کار ہو گئیں..... انھوں نے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا..... میں جلدی جلدی اونٹ سے اُترا تو مجھے تلوار کا دھیان ہی نہیں رہا..... اسے میں بھول

گیا..... یوں یہ گردن ہی میں لٹکی رہ گئی.....

آپ ﷺ نے پھر فرمایا: عمیر! سچ بتا دو کیوں آئے ہو؟

عمیر: میں صرف اپنے بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں، میرا اور کوئی مقصد نہیں.....

آپ ﷺ نے فرمایا: ذرا یہ تو بتاؤ کہ حجر اسود کے پاس تم صفوان بن امیہ سے کیا شرط لگا کے آئے ہو؟

یہ سنتے ہی عمیر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے..... وہ دہشت زدہ ہو کر بولا:

میں..... میں..... میں..... کیا شرط لگا کے آیا ہوں.....؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم

نے مجھے قتل کرنے کے بدلے میں اس سے اپنے گھر والوں کا خرچہ برداشت

کرنے اور اپنا قرض ادا کرنے کی ضمانت لی ہے..... لیکن تمہارے اس فاسد

ارادے کے آگے اللہ تعالیٰ آڑ بن گیا ہے..... اور تم اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے

ہو.....! عمیر کو بجلی کی طرح یکدم جھٹکا لگا..... وہ لرزنے لگا اور یہ سوچ کر ہکا بکا

رہ گیا کہ مکہ میں میرے اور صفوان کے درمیان جو معاہدہ طے پایا تھا وہ محمد ﷺ

کو کیسے معلوم ہو گیا.....؟ پھر وہ بے ساختہ پکار اٹھا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اللہ کے سوا

کوئی معبود برحق نہیں ہے.....

ہم اب تک آپ کو جھٹلاتے رہے اور اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ وحی اور

آسمان سے اترنے والے فرشتے کی ساری باتیں جھوٹی اور من گھڑت ہیں.....

لیکن یہ بات تو صرف میرے اور صفوان ہی کے مابین طے پائی تھی..... وہاں ہم

دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا..... آپ کو ہماری اس سازش کے بارے میں



یقیناً سمیع و بصیر، لطیف و خبیر اور علی کل شیءٍ قدیر اللہ ہی نے  
اطلاع دی ہے..... اس کے سوا کوئی یہ اطلاع نہیں دے سکتا.....

عمیر نے فوراً اسلام قبول کر لیا..... اور وہ ایک جلیل القدر صحابی ثابت  
ہوئے..... یہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے برحق ہونے کی نشانی تھی..... جس  
سے متاثر ہو کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا مذموم منصوبہ لے کر آنے والا عمیر  
خود آپ ﷺ کی تیغِ صداقت سے گھائل ہو کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہو  
گیا.....<sup>1</sup>

1 المغازی لموسی بن عقبہ: 46/1.



## زہر کھلانے کی مذموم کوشش

رسول اللہ ﷺ کی نظروں سے دُور رونما ہونے والے حادثات میں سے ایک واقعہ وہ بھی ہے جو آپ ﷺ اور یہودیوں کے مابین اس وقت منظر عام پر آیا جب یہودیوں نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا.....

اس کی سرگزشت کچھ یوں ہے کہ خیبر کے علاقے میں مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین جنگ ہوئی..... مسلمانوں نے یہودیوں کا گھیراؤ کر لیا..... طویل مدت تک محاصرہ قائم رہا..... آخر کار یہودیوں نے گھٹنے ٹیک دیے اور شکست تسلیم کر لی..... آپ نے فاتح کی حیثیت سے سرزمین خیبر پر قدم رکھا..... بغض و عداوت کی ماری ایک یہودی عورت زینب بنت حارث نے آپ ﷺ کی شمع حیات بُجھانے کے ارادے سے بکری کا گوشت پکایا..... اور اس میں زہر ملا دیا..... پھر مسلمانوں سے پوچھنے لگی کہ محمد (ﷺ) بکری کے گوشت کا کون سا حصہ شوق سے کھاتے ہیں؟

جواب ملا: ذراع (پنڈلی سے اوپر والا حصہ) آپ ﷺ کو بہت پسند ہے..... اس نے بکری کی پنڈلی والے حصے میں زیادہ زہر ملا دیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھانا لے کر آگئی..... رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے کھانا پیش کر کے بولی:

یہ میری طرف سے آپ کے لیے تحفہ ہے.....

صحابہ بھوک سے نڈھال تھے..... آپ ﷺ کو بھی شدید  
 بھوک لگ رہی تھی..... طویل محاصرہ..... زادراہ بھی ختم.....  
 چلچلاتی ہوئی دھوپ..... آتش فشاں گرمی..... تھکاوٹ کی وجہ  
 سے بدن ٹوٹ رہے تھے..... اور سامنے بھنا ہوا بکری کا  
 گوشت.....

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھانے کے لیے بے تابی سے ہاتھ  
 بڑھائے..... فخر انسانیت رسول اللہ ﷺ نے بھی ذراع کا  
 ایک ٹکڑا اٹھایا اور دہن مبارک کی طرف لے گئے..... تھوڑا  
 سا گوشت نوچا تو اچانک بہ آواز بلند فرمایا: ساتھیو! رُک جاؤ،  
 مت کھاؤ.....

صحابہ کرام نے حیران ہو کر ہاتھ روک لیے اور سوچنے لگے یہ  
 کیا ہو گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہاں جتنے یہودی موجود  
 ہیں انھیں میرے پاس بلاؤ..... وہ آگئے.....

آپ نے فرمایا: میں تم سے ایک سوال پوچھوں گا..... کیا تم  
 سچ سچ جواب دو گے؟  
 وہ بولے: جی ہاں.....

آپ نے پوچھا: تمہارا جدِ اعلیٰ کون ہے؟  
 یہودیوں کے اس قبیلے کا ایک بڑا آدمی تھا مگر وہ اس کی طرف  
 نسبت کرنے میں عار محسوس کرتے تھے..... اس لیے وہ اپنے

آپ کو کسی دوسرے بزرگ کی طرف منسوب کرتے تھے..... چنانچہ اسی کا نام لے کر انھوں نے بتایا کہ ہمارا جد اعلیٰ فلاں شخص ہے..... آپ ﷺ نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو..... تمہارے جد اعلیٰ کا نام تو فلاں ہے..... انھوں نے اعتراف کیا: جی ہاں! آپ سچ فرماتے ہیں.....

آپ ﷺ نے پھر فرمایا: اگر میں تم سے ایک اور بات دریافت کروں تو کیا تم سچ سچ بتاؤ گے؟

وہ بولے: جی ہاں، ابو القاسم! اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو جس طرح آپ کو ہمارے اصلی جد اعلیٰ کے بارے میں پتہ چل گیا ہے..... اسی طرح اس کے بارے میں بھی ہمارا پول گھل جائے گا اور سچ سامنے آجائے گا..... آپ نے پوچھا: جہنمی کون ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: ہم لوگ چند دن دوزخ میں رہیں گے..... پھر جنت میں چلے جائیں گے..... ہمارے بعد آپ مسلمان لوگ جہنم میں ہمارے جانشین بن جاؤ گے..... آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ہی جہنم میں ذلت اٹھاتے رہو گے..... اللہ کی قسم! ہم اس میں کبھی تمہارے جانشین نہیں بنیں گے..... پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اب میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو سچ سچ بتا دو گے؟ کہنے لگے..... جی ہاں، ابو القاسم!

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے بکری کے اس گوشت میں زہر ملایا تھا؟

انھوں نے جواب دیا: جی ہاں!.....

آپ ﷺ نے فرمایا: آخر کیوں؟ تمہیں ایسا کرنے پر  
کس چیز نے آمادہ کیا؟

یہودی کہنے لگے: ہمارا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے  
ہیں تو آپ سے ہماری جان چھوٹ جائے گی..... اور اگر  
آپ حقیقتاً اللہ کے سچے نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو کوئی نقصان  
نہیں پہنچا سکے گا..... لیکن آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کو  
زہر کا پتہ کیسے چلا؟

آپ ﷺ نے ذراع اٹھایا اور فرمایا: مجھے اس ذراع  
نے بتایا ہے کہ تم نے اس میں زہر ملا دیا ہے.....<sup>1</sup>  
میں قربان جاؤں اس پیکر حسن و جمال پر..... میرے  
پروردگار کی ان پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں.....  
رب ذوالجلال نے بکری کے گوشت سے بھی کہلوا دیا:  
میرے آقا! ان غدار ظالموں نے آپ کو قتل کرنے کے  
لیے میرے رگ وریشے میں زہر ملا دیا ہے.....

1 صحیح البخاری، حدیث: 5777، و سنن أبي داود، حدیث:

## میرے رب نے تمہارے رب کو قتل کر دیا

رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیوں میں سے ایک اور واقعہ بھی  
سن لیجیے.....

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو فارس  
کے بادشاہ کسریٰ کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لیے  
بھیجا..... انھوں نے آپ ﷺ کا مکتوب گرامی کسریٰ کو  
پہنچایا..... کسریٰ اپنی قوم کا بہت بڑا بادشاہ تھا..... پورے  
فارس..... ایران، ترکستان، افغانستان اور موجودہ پاکستان کے  
مکران، بلوچستان تک اس کی حکومت تھی..... وہ ان تمام علاقوں  
پر تنہا حکومت کرتا تھا..... جب اس نے آپ ﷺ کا مکتوب  
گرامی پڑھا تو غصے کے مارے اس کی پیشانی شکن آلود ہو  
گئی..... اُس نے مکتوب مبارک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور  
کہنے لگا:

میرا غلام ہو کر مجھے اس طرح کا خط لکھتا ہے!

اس نے میرے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہے!

کسریٰ بہت خود پسند، ظالم اور متکبر شخص تھا..... اس نے خط

پھاڑنے ہی پر اکتفا نہیں کیا..... بلکہ اس نے یمن کے گورنر

بازان کی طرف یہ حکم لکھ بھیجا:

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تیرے علاقے میں ایک شخص نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے..... تو اس کے پاس دو طاقتور اور بہادر نوجوان بھیج..... وہ اسے زنجیروں میں جکڑ کر میرے سامنے پیش کریں..... یمن کے گورنر بازان نے دو نوجوان بھیج دیے کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کو پابند سلاسل کر کے لے آئیں.....

چنانچہ دو ہٹے کٹے نوجوان روانہ ہو گئے..... مدینے میں قدم رکھتے ہی وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ﷺ سے کہنے لگے:

اٹھو! ہمارے ساتھ چلو..... اگر تم نے جانے سے انکار کیا تو کسریٰ تمہیں اور تمہاری قوم کو تباہ کر ڈالے گا..... تمہارے پورے شہر کا شیرازہ بکھیر دے گا..... اس کی جڑیں اکھاڑ پھینکے گا اور تمہارا نام و نشان مٹ جائے گا.....

آپ ﷺ نے اُن کی طرف نگاہ اٹھائی..... انہوں نے داڑھیاں موٹڑ رکھی تھیں اور لمبی لمبی مونچھیں بڑھا رکھی تھیں..... آپ ﷺ نے ان کی طرف سے نظریں ہٹا لیں..... انہیں دیکھنا بھی گوارا نہ کیا..... تاہم آپ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

«وَيَلِكُمَا! مَنْ أَمَرَ كَمَا بَهَذَا؟»

”اللہ کرے تم برباد ہو جاؤ! تمہیں ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے؟“

وہ بولے: ہمیں ہمارے رب کسریٰ نے حکم دیا ہے کہ داڑھی موٹڈ دو اور موچھیں بڑھا لو.....

آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَكِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ..... أَمَرَنِي بِإِعْفَاءِ لِحْيَتِي وَبِقَصِّ شَارِبِي»

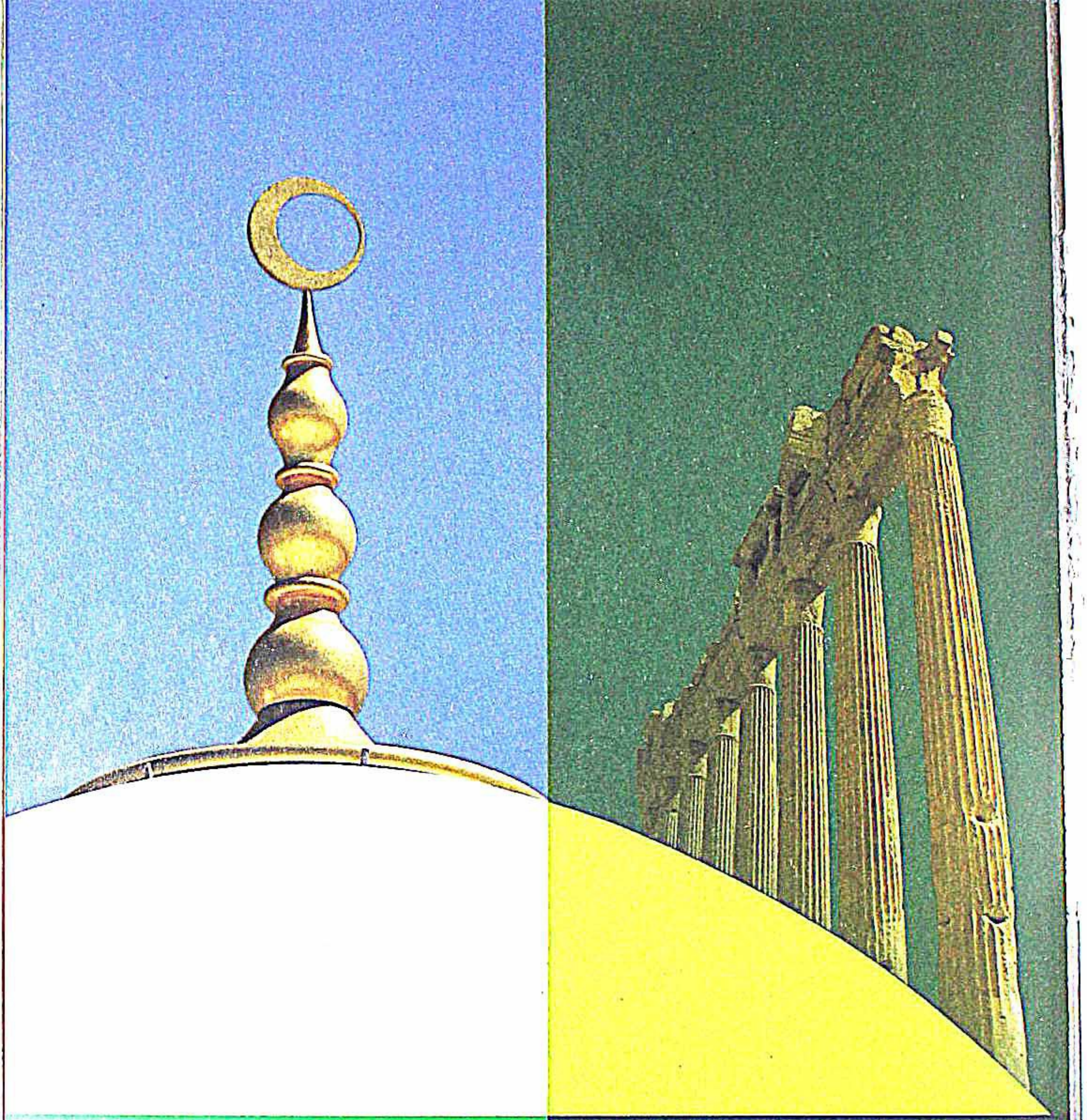
”لیکن میرے پروردگار جل جلالہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور اپنی موچھیں کاٹ ڈالوں۔“

پھر آپ نے نہایت متانت سے انھیں حکم دیا: ”اب واپس چلے جاؤ، کل آنا۔“ وہ چلے گئے..... رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیروہ کو مسلط کر دیا اور بیٹے نے اپنے باپ کسریٰ پر حملہ کر کے اسے عبرتناک انجام موت کے بھینٹ چڑھا دیا ہے.....

دوسرے دن جب وہ دونوں آپ ﷺ کو گرفتار کرنے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پروردگار کو تمہارے جھوٹے رب کا تکبر، غرور، اکڑنا، اترانا اور حق کو ٹھکرانا پسند نہیں آیا..... اس لیے کسریٰ پر اس کا غضب ٹوٹ پڑا اور اس نے کسریٰ کو ہلاک کر کے اپنے انتقام کا آغاز کر دیا ہے..... کسریٰ کے کٹے ہوئے گلے سے ابھی تک خون بہہ رہا ہے.....

ان پر یہ بات بڑی گراں گزری..... انھیں کسریٰ کی ہلاکت پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا..... کہنے لگے: جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہم ابھی جاتے ہیں تمہاری





وَقُلْ بَاءُ الْمُقَرَّبِ وَزَمَقُ الْبَاطِلِ  
إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

بات باذان کو بتاتے ہیں..... پھر دیکھنا تمہارا کیا حشر ہوتا ہے.....

آپ ﷺ نے پورے وثوق سے فرمایا:

ہاں، ہاں!..... جاؤ اسے میرا نام لے کر بتاؤ اور خبردار کر دو کہ بے شک میرا دین اور میری سلطنت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک کسریٰ کی بادشاہت ہے..... بلکہ آفاقِ عالم کے ہر اس کونے تک پہنچے گی جہاں تک انسانی قدموں کی چاپ سنائی دے گی اور لوگوں کے نقوش قدم نظر آئیں گے..... اسے میرا پیغام دینا کہ اگر تو اسلام قبول کر لے تو میں تیری سلطنت تیرے ہی حوالے کر دوں گا اور تجھے تیری قوم کی نئی نسل کا بادشاہ بھی بنا دوں گا.....

وہ دونوں واپس یمن روانہ ہو گئے..... باذان کے پاس پہنچے اور اُسے پوری داستان سنائی..... طویل فاصلے کی وجہ سے باذان کو فارس میں رونما ہونے والے حادثے کی اطلاع ابھی تک نہیں پہنچی تھی.....  
یہ روداد سنتے ہی باذان بے اختیار پکار اٹھا:

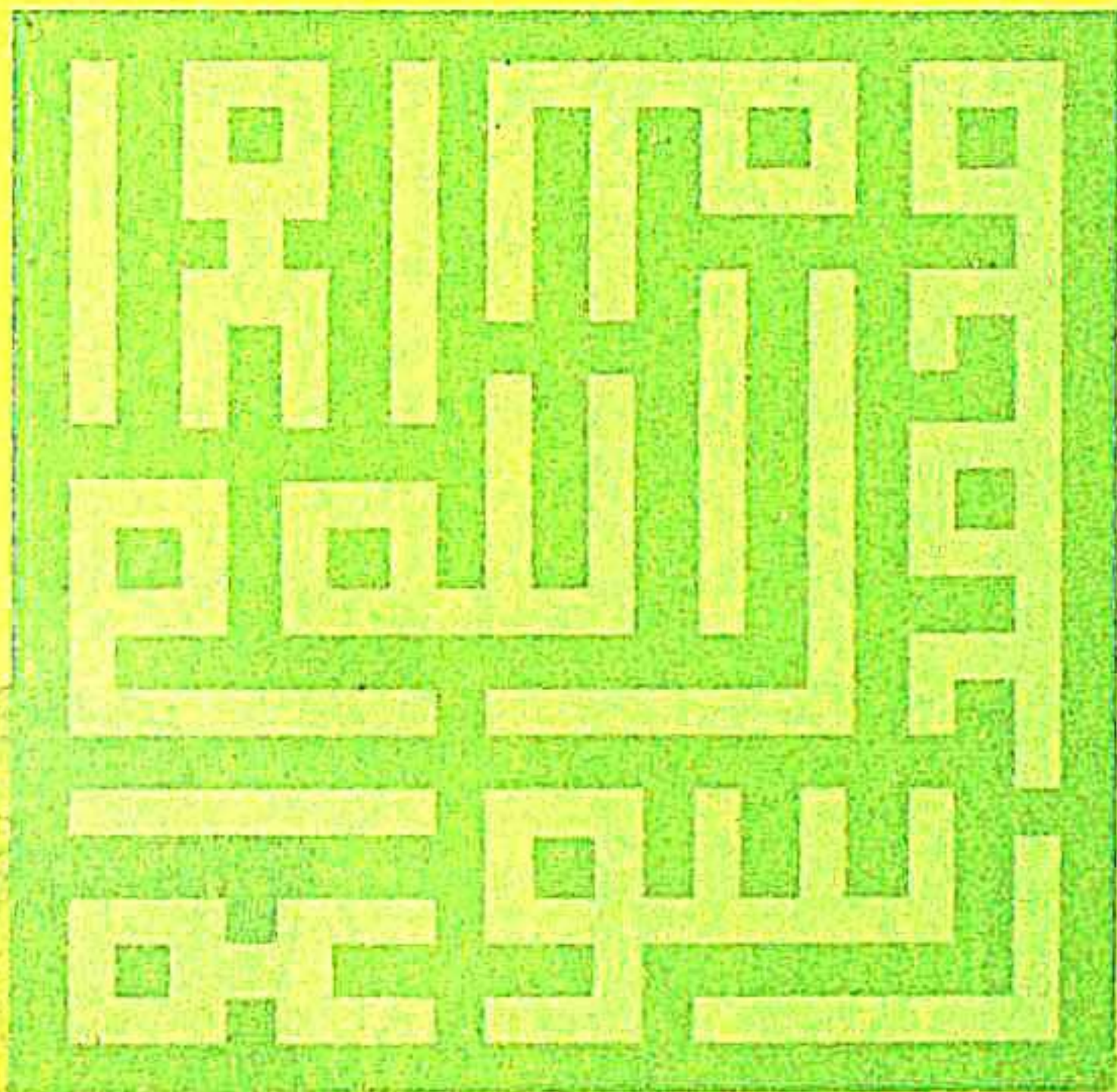
اللہ کی قسم! یہ کسی بادشاہ کا کلام نہیں ہے..... مجھے لگتا ہے کہ وہ آدمی اپنے دعوے کے مطابق سچا نبی ہے..... اب اس کی سچائی آزمانے کا وقت ہے..... اگر مجھے کسریٰ کی ہلاکت کی تصدیق مل گئی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مدینے والے نبی کی باتیں سچی ہیں اور وہ واقعی اللہ کی طرف سے مامور کیا گیا ہے..... اور اگر اس کی بات جھوٹی نکلی تو پھر اس کے بارے میں ہم آئندہ مشورہ کریں گے.....

ابھی باذان نے اپنی بات مکمل ہی کی تھی کہ عین اُسی وقت اس کے پاس کسریٰ کے بیٹے شیروہ کا خط پہنچا..... اس نے لکھا: اب میں بادشاہ بن چکا

ہوں..... تمہارے لیے حکم ہے کہ تم میرے سامنے سر تسلیم خم کر دو اور میرے ماتحت ہو کر کام کرو..... باذان نے اس خط میں کسریٰ کے قتل ہونے کا وقت لکھا ہوا دیکھا..... تو بعینہ وہی وقت تھا جس کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں نوجوانوں کو خبر دی تھی..... سورج کی طرح یہ صداقت باذان پر روشن ہو گئی تو اُس نے بلند آہنگی سے نعرہ لگایا: بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں.....

پھر وہ اور اہل یمن سارے کے سارے شاہِ فارس سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک گئے اور مسلمان ہو گئے.....<sup>1</sup>

1 السیرة لابن ہشام: 1/68-70، والسیرة النبویة لابن کثیر: 3/509.



## سلام ہو تجھ پر..... اے خبیب!

جنگ احد کے اختتام پر رسول اللہ ﷺ قبیلہ عضل اور قارہ کے باشندوں کے پاس تشریف لے گئے..... انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے..... آپ ہمارے ساتھ اپنے چند صحابہ کو بھیج دیجیے..... تاکہ وہ ہمیں دین کی تعلیمات سکھائیں، قرآن پڑھائیں اور اسلامی شریعت سے روشناس کرائیں.....

آپ ﷺ نے چھ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم منتخب کر کے ان کے ساتھ بھیج دیے اور ان کا امیر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بنایا..... ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1] مرشد بن ابی مرشد غنوی

2] خالد بن بکیر لیشی

3] عاصم بن ثابت

4] خبیب بن عدی

5] زید بن دثنہ

6] عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم

( صحیح بخاری کی روایت میں دس کا ذکر ہے مگر باقی چار

کے نام نامعلوم ہیں )

یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان لوگوں کے ساتھ چل پڑے..... کفار کے قبائل کے قریب گزرتے ہوئے انھوں نے بڑی احتیاط ملحوظ رکھی..... انھوں نے کفار قبائل کی نظروں سے اوجھل ہو کر سفر جاری رکھا..... قبیلہ ہذیل کے قریب ”رجیع“ نامی مقام پر جا پہنچے..... ادھر قبیلہ ہذیل کے لوگوں کو بھی ان کی نقل و حرکت کے بارے میں اطلاع مل گئی..... ہذیل کے 100 شہسواروں نے ان کے پیچھے گھوڑے دوڑا دیے..... وہ ان کے قدموں کے نشانات پر چلتے رہے..... بالآخر اس مقام پر جا پہنچے جہاں صحابہ کرام ٹھہرے تھے..... وہاں انھیں کھجوروں کی گٹھلیاں نظر آئیں..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینے سے کھجوریں بطور زادِ راہ لائے تھے..... کھجوروں کی گٹھلیاں دیکھ کر شہسوار پکار اٹھے: یہ دیکھو! یہ تو یثرب ہی کی کھجوریں ہیں..... اب انھوں نے تیزی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پیچھا کرنا شروع کر دیا..... رفتہ رفتہ ان تک جا پہنچے اور پہنچتے ہی ان پر یکا یک حملہ کر دیا..... صحابہ کرام اس اچانک کیے جانے والے حملے سے بچنے کے لیے دوڑ کر ایک بڑی چٹان پر چڑھ گئے..... حملہ آوروں نے چاروں اطراف سے انھیں گھیرے میں لے لیا اور صحابہ کرام کے تعاقب کے لیے پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے..... جب بار بار کوشش کے باوجود پہاڑ کی کٹھن اور دشوار گزار راہ پر ان کے قدم نہ جم سکے..... تو وہ نیچے اتر گئے اور صحابہ کرام سے کہنے لگے: ہم تم سے پکا وعدہ کرتے ہیں کہ تم نیچے اتر آؤ تو ہم تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں

گے..... عاصم رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں کسی کافر پر ہرگز بھروسہ نہیں کر سکتا..... اس لیے میں نیچے نہیں اتروں گا..... پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور دعا کی: اے اللہ! ہمارے حال سے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو باخبر کر دے.....

ادھر ہذیل کے حملہ آوروں نے صحابہ کرام پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی..... حتیٰ کہ عاصم اور ان کے دو ساتھی رضی اللہ عنہم تیروں کی زد میں آ کر شہید ہو گئے..... اب خبیب بن عدی، زید بن دثنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم باقی رہ گئے..... حملہ آوروں نے انہیں پکارا: تمہارے لیے پکا وعدہ ہے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو..... ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے..... صحابہ رضی اللہ عنہم ان پر اعتبار کر کے نیچے اتر آئے..... جب وہ ان کی دسترس میں آ گئے تو انہوں نے اپنی کمانوں کی رسیاں کھول کر ان صحابیوں کو جکڑ لیا.....

حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ بولے: یہ تمہارا پہلا دھوکا ہے..... یہ کہہ کر انہوں نے رسی سے ہاتھ باہر نکالا اور اپنی تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے..... وہ بڑے بے باک اور جری ہونے کے ساتھ ساتھ بہت طاقتور بھی تھے..... اس لیے وہ بزدل حملہ آور ان کے پاس آنے کی جرأت نہ کر سکے..... انہوں نے دور ہی سے ان پر پتھر برسائے شروع کر دیے..... حتیٰ کہ پتھروں کی بوچھاڑ سے شدید زخمی ہو جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے.....

بعد ازاں یہ غدار حملہ آور حضرت خبیب اور زید رضی اللہ عنہما کو قید کر کے ساتھ لے گئے..... اور مکہ پہنچ کر انہیں فروخت کر دیا.....

خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خرید لیا..... کیونکہ  
 خبیب رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں ان کے باپ حارث کو ہلاک کیا تھا.....  
 زید رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے اپنے باپ امیہ کے بدلے میں  
 قتل کرنے کے لیے خرید لیا..... امیہ کو بھی مسلمانوں نے معرکہ بدر  
 میں واصل جہنم کر دیا تھا..... صفوان نے زید رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے  
 لیے انھیں اپنے غلام نسطاس کے حوالے کر دیا..... نسطاس انھیں لے  
 کر مکہ سے باہر نکلا..... ان کی موت کا تماشہ دیکھنے کے لیے قبیلہ  
 قریش کے لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے..... ان میں ابوسفیان بن  
 حرب بھی تھا..... اس نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو رسیوں میں جکڑا ہوا  
 دیکھا تو کہنے لگا کہ اب چند لمحوں بعد نسطاس کی تلوار تمہاری گردن تن  
 سے جدا کر دے گی..... زید! تمہیں اللہ کی قسم! سچ سچ بتاؤ..... کیا تم  
 اپنے دل میں یہ نہیں سوچ رہے کہ کاش! آج میری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 ہوتے..... اور ہم تمہاری بجائے ان کی گردن پر تلوار چلا دیتے.....  
 اور تم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ صحیح سلامت زندگی کے مزے لوٹ  
 رہے ہوتے..... ایسی حالت میں تمہیں کتنی خوشی ہوتی؟  
 حضرت زید تڑپ کر بولے: بد بخت! یہ تو کیا کہہ رہا ہے.....؟  
 اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میری جان کے بدلے میرے  
 آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں ایک کانٹا بھی چھ

جائے..... اور انھیں کوئی ادنیٰ سی بھی تکلیف پہنچے.....

ابوسفیان بے ساختہ پکار اٹھا: واللہ! میں نے آج تک روئے زمین پر کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا..... جتنی محبت مسلمان محمد (ﷺ) سے کرتے ہیں..... پھر نسطاس نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا.....

دوسری طرف حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو دشمنوں نے چند دن اپنی قید میں محبوس کیے رکھا..... اس دوران انھوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے بڑے عجیب و غریب حیرت انگیز مناظر دیکھے.....

حارث کی بیٹی زینب کہتی ہے کہ میرے بھائیوں نے خبیب کو میرے گھر میں قید کر رکھا تھا..... ایک دن میں نے انھیں چھپ کر دیکھا تو بڑا تعجب ہوا..... میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں انگور کا گچھا ہے اور انگور کے دانے اتنے بڑے بڑے ہیں کہ ایک دانہ ایک آدمی کے سر کے برابر تھا..... وہ انھیں اطمینان سے کھا رہے تھے..... حالانکہ اس موسم میں مکہ میں یہ پھل موجود نہیں تھا..... یہ صرف انھیں ہی اللہ کی خصوصی عنایت تھی..... جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انھوں نے مجھ سے کہا: مجھے کوئی اُسترا دے دو..... تاکہ میں قتل ہونے سے پہلے اپنے جسم کی صفائی کر کے پاک ہو جاؤں..... وہ اپنے بدن کے غیر شرعی بال صاف کرنا چاہتے تھے..... میں نے ایک تیز دھار اُسترا انھیں پکڑا دیا..... پھر میں اپنے کام میں مشغول ہو گئی اور مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میرا بچہ چلتا پھرتا ان کے قریب جا پہنچا..... انھوں نے بچے کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی گود میں بٹھا لیا..... جونہی میری نظر پڑی تو اچانک مجھے شدید جھٹکا لگا..... میں سوچنے لگی اُف تو بہ! یہ



میں نے کیا کیا.....؟ اللہ کی قسم! یہ شخص تو اپنے غم و غصے کی وجہ سے اسی تیز دھار اُسترے سے میرے بچے کو ذبح کر ڈالے گا..... اُسے تو قتل ہونا ہی ہے..... اس لیے یہ شخص قتل ہونے سے پہلے ہی کہیں اپنے قتل کا انتقام نہ لے لے.....

میری سہمی ہوئی شکل دیکھ کر خبیب بھانپ گئے کہ میں ڈر گئی ہوں..... اُسترا ان کے ہاتھ میں تھا..... کہنے لگے: ڈر کیوں گئی ہو.....؟ تم کیا سمجھتی ہو کہ میں اسے قتل کر دوں گا.....؟ ان شاء اللہ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا..... میں دھوکہ کرنے والا نہیں ہوں..... بس اتنی بات کہی اور بچے کا راستہ چھوڑ دیا..... میں نے خبیب سے اچھا قیدی زندگی بھر نہیں دیکھا..... پھر وہ لوگ خبیب کو سولی پر لٹکانے کے لیے لے گئے..... جب انھوں نے تختہ دار پر قدم رکھا تو خبیب نے ان لوگوں سے کہا:

اگر تم اجازت دو تو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں؟ انھوں نے کہا: جاؤ، پڑھ لو.....

حضرت خبیب نے اطمینان سے نماز پڑھی..... پھر واپس آگئے اور کہنے لگے: رب ارض و سماء کی قسم! اگر تم یہ نہ سمجھتے کہ میں نے قتل ہونے کے خوف سے نماز لمبی کر دی ہے تو میں کچھ دیر اور نماز پڑھتا.....

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ شروع کیا.....

جب انھیں تختہ دار پر کھڑا کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تو انھوں نے

آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور عرش الہی کا دروازہ کھٹکھٹا کر فریاد کی: اے مقدس پروردگار! ہم نے تیرے رسول ﷺ کا پیغام پہنچا دیا ہے..... اے اللہ! میرے پاس یہاں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس کے ذریعے میں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو سلام بھیج سکوں..... میرے مالک! اپنے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ تک میرا سلام بھی پہنچا دے اور انھیں ہمارے ساتھ کیے گئے دھوکے کی اطلاع بھی کر دے.....

پھر بارگاہ الہی میں ان دشمنوں کے لیے بددعا کی:

«اللَّهُمَّ! أَحْصِهِمْ عَدَدًا..... وَاقْتُلِهِمْ بَدَدًا..... وَلَا تُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا»

”اے اللہ! ان لوگوں کو گن گن کر تباہ کر..... چُن چُن کر ہلاک فرما..... ان میں کسی کو زندہ نہ رہنے دے۔“

جب حضرت خیب یہ بددعا کر رہے تھے تو ان کی اس بددعا کے ڈر کی وجہ سے ان لوگوں میں سے ایک بندہ زمین کے ساتھ چمٹ گیا اور پھر ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ وہ سب لوگ ایک ایک کر کے کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئے اور ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا، صرف وہی شخص زندہ بچ گیا جو زمین کے ساتھ چمٹ گیا تھا۔

پھر حضرت خیب نے یہ اشعار پڑھے:

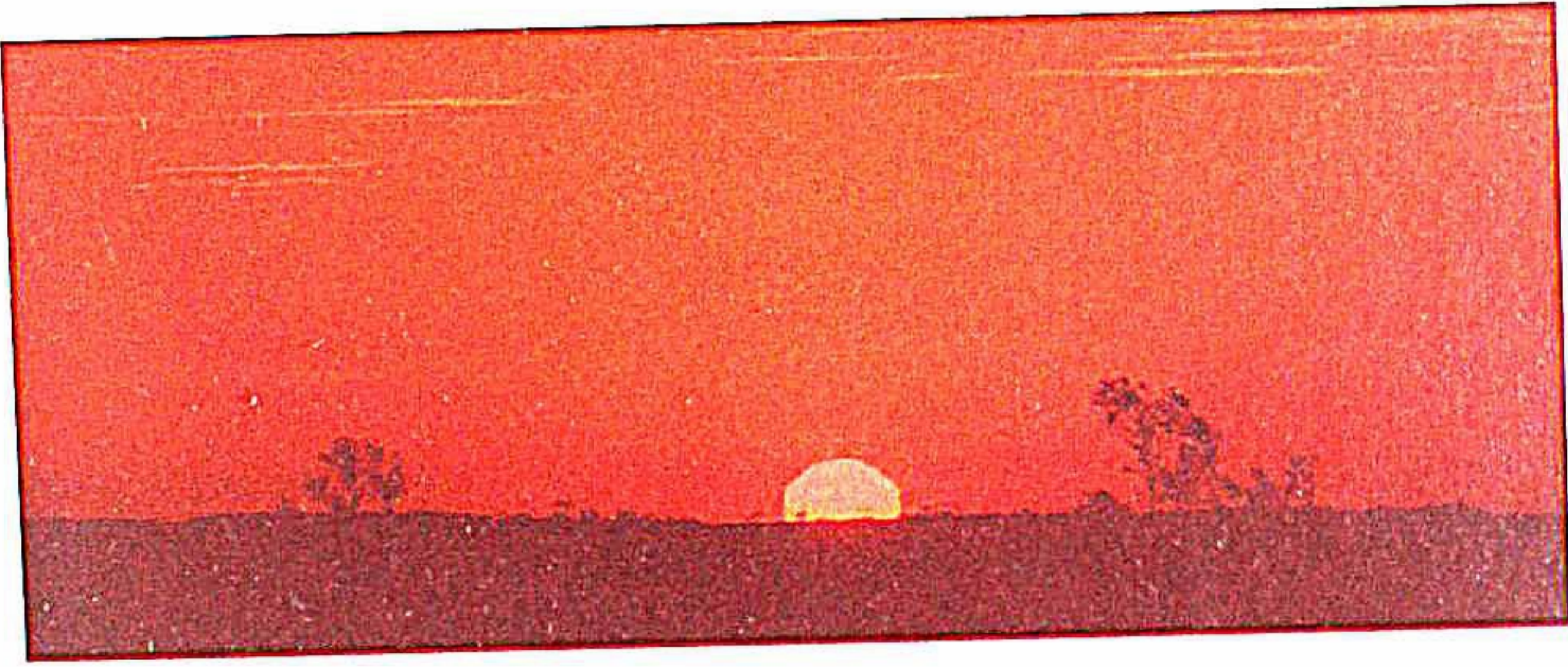
فَلَسْتُ أَبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا

عَلَىٰ أَيِّ شَيْءٍ كَانَ فِي اللَّهِ مَضْرَعِي  
 وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَاءُ  
 يُبَارِكْ عَلَىٰ أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٍ  
 «ہرگز نہیں پروانہ شمع ہدیٰ کو غم!  
 راہِ خدا میں جائے پچھارا کسی پہلو  
 کرتا ہوں جاں سپرد میں جانِ آفرین کے  
 کردے مرے ہر عضو کو برکت سے جو مملو»

جب مجھے ایمان کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہے تو پھر کیا غم؟  
 اللہ کے راستے میں مجھے چاہے کسی بھی پہلو پر گرا دیا جائے.....  
 میرا یہ عمل خالصتاً اللہ وحدہ لا شریک کے لیے ہے..... وہ چاہے تو  
 میرے انگ انگ سے کاٹی ہوئی ٹوٹی پھوٹی ہڈیوں کے جوڑوں  
 میں بھی برکت ڈال سکتا ہے.....

اس کے بعد مشرکین نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی دے  
 دی..... یہ حادثہ مکہ سے باہر مقام تنعیم میں رونما ہوا اور مکے سے  
 400 کلومیٹر کے فاصلے پر مدینے کی سرزمین میں ٹھیک اسی لمحے  
 جبکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے  
 صحابہ کے ساتھ کی گئی ہولناک غداری اور سفاکی کے باعث  
 بے حد غمگین ہو گئے..... آپ اپنے قریب موجود صحابہ کرام کو اس  
 دل دوز سانحے کی خبر سنانا چاہتے تھے.....

آپ اسی دکھ، درد اور پریشانی میں تھے کہ اچانک آپ ﷺ کے لبِ مبارک سے یہ صدا نکلی: **وَ عَلَیْكَ السَّلَامُ خُبیب!**..... اے خیب! تجھ پر اللہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے!.....  
پھر فرمایا: خیب کو قریشیوں نے شہید کر دیا ہے.....



1 فتح الباری: 473/7-481، حدیث: 4086، و معرفة الصحابة لأبي نعیم: 278/8،  
ودلائل النبوة لأبي نعیم: 511-505/2.

## اللہ ابو ذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے!

یہ ان دنوں کی بات ہے جب رسول اللہ ﷺ جنگ کے ارادے سے صحابہ کرام کے ساتھ تبوک کی طرف سفر کر رہے تھے..... راستہ انتہائی دشوار گزار تھا..... چلچلاتی ہوئی دھوپ پڑ رہی تھی..... گرمی شباب پر تھی..... لوگ دھیرے دھیرے پیچھے کھسکتے جا رہے تھے..... رسول اللہ ﷺ نے کسی واپس جانے والے کو کچھ بھی نہ کہا.....

صحابہ کہتے تھے: اللہ کے رسول! فلاں بھی واپس جا رہا ہے..... فلاں بھی ساتھ چھوڑ رہا ہے..... آپ ﷺ فرماتے تھے: جو جاتا ہے اُسے جانے دو..... اگر اس میں ذرا بھی تمہارے لیے بہتری نہ ہوئی تو سمجھنا کہ اللہ نے تمہیں اس کے شر سے محفوظ فرما لیا ہے..... فدایان قرآن و سنت کا قافلہ سوائے منزل رواں دواں ہے..... رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ تپتی ہوئی ریت پر قدم بہ قدم چلے جا رہے ہیں..... ابو ذر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے..... وہ بھی اس مقدس قافلے میں شامل تھے..... وہ جس اونٹ پر سوار تھے وہ انتہائی کمزور اور مضحک تھا..... اونٹ چلنے سے بیزار ہوتا گیا اور وہ آہستہ آہستہ کارواں سے

کٹتے گئے..... چند میل سفر کر کے کسی صحابی نے پلٹ کر دیکھا تو ابو ذر غائب تھے..... وہ اچانک بول اُٹھے: یا رسول اللہ! اب تو ابو ذر بھی چلے گئے ہیں..... اُن کا اونٹ انھیں لے ڈوبا ہے.....

آپ نے وہی جواب دیا جو دوسروں کے لیے دیا تھا، فرمایا: جاتا ہے تو جانے دو..... اگر اس میں کوئی بھلائی ہوئی تو اللہ تعالیٰ خود اسے لے آئے گا..... اور اگر اس میں ذرا بھر بھی تمہارے لیے بہتری نہ ہوئی تو سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے تمہیں بچا لیا ہے..... آہ! ابو ذر..... انھیں تو اُن کے اونٹ نے تھکا دیا تھا..... ان کا سفر دشوار تر کر دیا تھا اور قافلے کے ساتھ چلنے میں رکاوٹ بن گیا تھا..... انہوں نے حسرت بھری نگاہ سے اونٹ کی طرف دیکھا جو لمحہ بہ لمحہ پیچھے ہی کھسکتا جا رہا تھا..... انھیں اور کچھ نہ سوجھا بس جلدی سے اونٹ سے اترے..... سامان اٹھا کر اپنی کمر پر رکھا..... اونٹ وہیں چھوڑا اور پیدل ہی چل پڑے..... نہ زمین کی تپش کی پروا نہ سورج کی گرمی کا احساس..... بس رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کی دُھن میں اسلام کا یہ مایہ ناز سپاہی چلچلاتی دھوپ اور آتش فشاں ریت پر دیوانہ وار آگے بڑھتا جا رہا تھا.....

دوران سفر رسول اللہ ﷺ نے کسی جگہ پڑاؤ ڈالا..... صحابہ نے مڑ کر دیکھا تو بولے: یا رسول اللہ! دیکھیے! ایک شخص ہماری طرف چلا آ رہا ہے..... آپ ﷺ نے اس آنے والے کی طرف نظر دوڑائی جو سامان اپنی کمر پر لادے موج دریا کی طرح ساحل کی تلاش میں چلا آ رہا تھا.....

غبار اڑاڑ کے کبھی اسے اپنے دامن میں چھپا لیتا تھا اور کبھی اس سے دور

ہٹ کر اسے لوگوں کے سامنے نمایاں کر دیتا تھا..... رسول اللہ ﷺ کی نگاہ جب ان پر پڑی تو فرمایا: اللہ کرے تو ابوذر ہو!.....

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پورے انہماک اور عمیق نظر سے دیکھا تو بول اٹھے: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! وہ تو واقعی ابوذر ہی ہیں..... آپ ﷺ نے دور تک نگاہ دوڑائی اور ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا:

«يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا ذَرٍّ..... يَمْشِي وَحْدَهُ..... وَيَمُوتُ وَحْدَهُ.....  
وَيُبْعَثُ وَحْدَهُ»

”ابوذر پر اللہ کی رحمت ہو..... اکیلا ہی آرہا ہے..... اکیلا ہی اس دنیا سے جائے

گا اور اکیلا ہی روزِ محشر اٹھایا جائے گا۔“

اس دعا کے بعد کئی برس بیت گئے.....

رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے.....

ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے..... ان کی وفات

کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا منصب سنبھالا..... وہ بھی چل بسے..... پھر خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کا آغاز ہوا..... اس دوران ابوذر رضی اللہ عنہ نے مدینہ چھوڑا اور ربذہ چلے گئے..... ان کے باقی گھر والے داغِ مفارقت دے گئے..... صرف ایک اہلیہ محترمہ اور ایک بچہ زندہ رہ گیا..... انھوں نے صحراء میں خیمہ لگایا اور اسی میں رہنے لگے.....

حالات نے پلٹا کھایا..... ابوذر کو بڑھاپے نے آیا..... موت اپنی جھلکیاں دکھانے لگی..... ابوذر کی بیوی ام ذر کو اور کچھ نہ سوجھا اپنے رفیقِ حیات کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگیں..... ابوذر نے پلٹ کر دیکھا..... اپنے اس ایک سہارے کو بھی مایوسی کے عالم میں روتے دیکھا تو پوچھا: ام ذر! کیوں رو رہی ہو؟ وہ بولیں: روؤں نہ تو اور کیا کروں..... تم ہی تو میری زندگی کے ساتھی ہو..... تمہیں بھی موت نے اس ویرانے میں آدبوچا ہے جہاں نہ کوئی گھر ہے نہ در ہے..... نہ کوئی آدم نہ آدم زاد..... بس سنسان، بیابان ہے..... میرے پاس تو تمہارے کفن کے لیے کپڑا تک نہیں ہے.....

بولے: پگلی! روتی کیوں ہو؟ آنسو پونچھ لو..... میں تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ میں نے آج سے کئی برس پہلے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا..... آپ ایک جماعت سے خطاب فرما رہے تھے..... اُس جماعت کا ایک شریکِ محفل میں بھی تھا..... آپ ﷺ نے فرمایا:



«لَيَمُوتَنَّ رَجُلٌ مِّنْكُمْ بِفَلَآءٍ مِّنَ الْأَرْضِ ..... يَشْهَدُهُ عِصَابَةٌ

مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ»

”یقیناً تم میں سے ایک شخص ویران علاقے میں فوت ہوگا..... اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہوگی۔“

اُس وقت میرے ساتھ جتنے لوگ موجود تھے وہ سارے کے سارے ایک ایک کر کے اپنی اپنی بستی میں فوت ہو گئے..... ان میں سے صرف میں بچ گیا ہوں..... اب اس صحراء میں مجھے موت نے آدبوچا ہے..... پھر ابوذر رضی اللہ عنہ نے پورے یقین کے ساتھ فرمایا: اللہ کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ محمد رسول اللہ ﷺ نے کوئی غلط بیانی کی..... تم جاؤ، سڑک پر نظر دوڑاؤ..... کوئی نہ کوئی ضرور آ رہا ہوگا.....

وہ کہنے لگیں: اب یہاں کون آسکتا ہے؟ حج کے دن ہیں..... لوگ حج کرنے مکہ روانہ ہو گئے ہیں..... سڑکیں ویران پڑی ہیں..... ابوذر بولے: جاؤ، دیکھو تو سہی..... وہ مایوسی کے عالم میں چل پڑیں..... ریت کے ٹیلے پر چڑھ گئیں..... دُور دُور تک نظر دوڑائی..... ہر طرف ہو کا عالم تھا..... سڑک ویران پڑی تھی..... کوئی راہگیر نہیں تھا..... وہ واپس آ گئیں.....

اپنے رفیق حیات کی دیکھ بھال کی..... انھیں دلا سہ دیا..... جب کمزوری اور بیماری نے انھیں پوری طرح اپنے شکنجوں میں جکڑ لیا..... ام ذر پھر اٹھیں اور ویران نگاہوں سے سڑک تکتے لگیں..... اس امید پر کہ شاید اندھیرے میں کوئی روشنی کی کرن دکھائی دے..... لیکن اس بار بھی کوئی نظر نہ آیا..... مایوس ہو کر پھر واپس آگئیں..... وہ نہایت غمزہ بیٹھی تھیں کہ اچانک چند نوجوان دکھائی دیے..... وہ دور سے اپنی سواریاں دوڑاتے آرہے تھے..... یہ نوجوان ام ذر کے قریب اترے..... پوچھنے لگے: اللہ کی بندی! کیا بات ہے؟ تم غمگین کیوں ہو؟ وہ بولیں: ایک مسلمان ہے..... اس کی زندگی کے لمحات ختم ہونے والے ہیں..... ابھی دیکھتی آنکھوں اس کا سانس اکھڑ جائے گا اور نبضیں ڈوب جائیں گی..... اسے کفن دینے والا کوئی نہیں..... کیا تم اسے کفن دو گے؟

راہ گیر: وہ کون ہیں؟

ام ذر: ان کا نام ابو ذر ہے.....

راہ گیر: کیا وہی ابو ذر رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں؟

ام ذر: جی ہاں! وہی ابو ذر ہیں.....

یہ سنتے ہی وہ زور سے چلائے: ابو ذر! ابو ذر!..... وہ دوڑ کر ان کے خیمے میں داخل ہو گئے اور ان کے سرہانے بیٹھ گئے..... ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اھلاً و سھلاً و مرحباً کہہ کر ان کا استقبال کیا اور ڈولتی ڈولتی آواز میں کہنے لگے: ساتھیو! بیتے دنوں کی بات ہے..... رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت سے خطاب فرمایا تھا..... اس جماعت کے افراد میں ایک فرد میں بھی تھا..... آپ ﷺ کے مقدس لبوں سے

نکلنے والا ایک ایک لفظ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہا ہے.....  
آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

«لَيَمُوتَنَّ رَجُلٌ مِّنْكُمْ بِفَلَاحٍ مِّنَ الْأَرْضِ يَشْهَدُهُ عِصَابَةٌ مِّنَ  
الْمُؤْمِنِينَ»

”یقیناً تم میں سے ایک شخص ویران علاقے میں فوت ہوگا، اس کے  
جنازے میں مسلمانوں کی ایک جماعت شریک ہوگی۔“

اُس محفل میں موجود میرے سارے ساتھی ایک ایک کر کے اپنے اپنے  
ان آباد علاقوں میں فوت ہو گئے جہاں لوگوں کا ہجوم تھا..... اب تنہا میں ہی  
وہ شخص ہوں جس کی زندگی کا  
چراغ اس بے آب و گیاہ صحرا  
میں گل ہونے والا ہے..... تم سُن  
رہے ہونا.....؟

اگر میرے پاس یا میری بیوی  
کے پاس کپڑے کا اتنا سا ٹکڑا بھی  
ہوتا جس سے میرا وجود ڈھانپا جاسکتا  
تو میں آپ کے سامنے کبھی یہ  
ضرورت ظاہر نہ کرتا..... تمہیں  
میری ڈوبتی ہوئی آواز سنائی دے

رہی ہے نا.....؟

میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ تم میں سے مجھے کوئی ایسا شخص کفن نہ دے جو کسی قوم کا لیڈر ہو، جرنیل ہو یا پیام رساں ہو..... یا کسی قبیلے کا چودھری یا نگران ہو.....

انہوں نے اپنے ساتھیوں پر نظر دوڑائی..... ان میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان عہدوں میں سے کسی نہ کسی عہدے پر فائز نہ ہو..... ہاں، ایک انصاری تھا..... اُس نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا..... اس نے کہا: چچا جان! میں آپ کو کفن دوں گا..... آپ نے جتنے بھی مناصب بیان فرمائے ہیں، میں ان میں سے کسی بھی منصب پر فائز نہیں ہوں..... میں آپ کو اپنی چادر اور سوت کے اُن دو کپڑوں میں کفن دوں گا جو میری ماں نے میرے لیے بنے تھے..... ابوذر رضی اللہ عنہ ابھی اپنے کفن دفن ہی کی ہدایات دے رہے تھے کہ یکا یک انہوں نے آخری ہچکی لی اور اللہ کو پیارے ہو گئے..... انھی لوگوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے کفن دفن کی تیاری کی..... اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اچانک اُسی وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے گزرے..... اور ان لوگوں کو دیکھ کر رک گئے..... انہوں نے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟

جواب ملا: یہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے..... جو نبی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام سنا ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے..... کہنے لگے: ارے ہاں! واقعی ہمارے رہبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا:

«يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا ذَرٍّ..... يَمْشِي وَحَدَهُ..... وَيَمُوتُ وَحَدَهُ.....»

وَيَبْعَثُ وَحْدَهُ

”اللہ ابو ذر پر رحم کرے..... یہ اکیلا چلا آ رہا ہے..... اکیلا ہی فوت ہو گا..... اور اکیلا ہی روز محشر اٹھایا جائے گا۔“<sup>1</sup>

یہ کہہ کر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سواری سے نیچے اترے..... ان کی نماز جنازہ پڑھائی..... اور اپنے ہاتھوں سے انھیں منوں مٹی کے نیچے دفن کر دیا۔ اللہ تعالیٰ رحمہم

1 السيرة النبوية لابن كثير: 15/4، والخصائص الكبرى: 453/1، و مسند أحمد:

## اللہ کو تمہاری مہمان نوازی بھاگئی

ایک اجنبی مسافر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا..... کہنے لگا: یا رسول اللہ! بھوک سے نڈھال ہوں.....

اس کے چہرے پر بھوک کے آثار نمایاں تھے..... یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کئی دنوں سے بھوکا ہے.....

آپ ﷺ نے اپنی ایک اہلیہ محترمہ کو پیغام بھیجا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟

انہوں نے جواب دیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے پاس پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے..... آپ ﷺ نے دوسری اہلیہ محترمہ کی طرف پیغام بھیجا: تمہارے پاس کوئی چیز ہے: روٹی، کھجور یا دودھ؟

انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو پہلی اہلیہ محترمہ نے دیا تھا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میرے پاس پیاس بجھانے کے لیے صرف پانی ہے اور کچھ نہیں..... آپ نے اور کی طرف بھیجا..... پھر اور کی طرف بھیجا..... غرضیکہ آپ نے یہ پیغام یکے بعد دیگرے تمام ازواجِ مطہرات کو بھیجا..... سب نے یہی جواب دیا: ہمارے پاس صرف پانی ہے اور کچھ نہیں.....

اب آپ ﷺ نے اپنے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: آج کی شب جو اس مہمان کی مہمان نوازی کرے گا میں اسے رحمت الہی کا مستحق بننے کی ضمانت دیتا

ہوں..... اللہ اس پر اپنی رحمتیں نچھاور کرے گا.....

آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی انہی حالات سے دوچار تھے جن کا سامنا آپ ﷺ کر رہے تھے..... اکثر صحابہ کی حالت یہ تھی کہ انہیں صبح کا کھانا میسر ہوتا تو شام کو کھانے کے لیے کچھ نہ ملتا..... اگر شام کو مل جاتا تو صبح کے لیے کچھ بھی نہ ہوتا.....

صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے..... اس مسافر کو بھوک ستائے جا رہی تھی..... وہ مہمان نوازی کے انتظار میں امید بھری نظروں سے ایک ایک صحابی کا منہ تک رہا تھا..... بالآخر ایک انصاری لبیک کہتے ہوئے اٹھا: یا رسول اللہ! آپ کے مہمان کو میں کھانا کھلاؤں گا..... پھر وہ مہمان کو ساتھ لے کر اپنے گھر چل دیا..... اندر داخل ہوئے..... بیوی کو آواز دی، پوچھا: کھانے کے لیے کچھ ہے؟ وہ بولیں: کچھ نہیں..... صرف بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا بچا ہوا ہے..... بے چارے کل سے بھوکے ہیں..... صبح بھی ان کے کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا..... دن بھر میں صرف ایک دفعہ کھانا میسر آیا ہے اور جو اس وقت موجود ہے وہ بھی کفایت نہیں کرے گا..... بہت تھوڑا ہے.....

یہ مشکل ترین گھڑی تھی جو اس صحابی رضی اللہ عنہ کے لیے کڑی آزمائش بن گئی؟ حقیقتاً یہی وہ موقع تھا کہ اُسے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنی محبت و عقیدت کا

ثبوت دینا تھا.....

اس نے اپنی بیوی سے کہا: بچے بھوکے رہتے ہیں تو رہنے دو..... لیکن میں اپنے ہادی و رہبر حضرت محمد ﷺ کے مہمان کو بھوکا واپس نہیں بھیج سکتا..... تم کسی اور طرح بچوں کا دل بہلاتی رہو حتیٰ کہ کھانا کھائے بغیر ہی ان کی آنکھ لگ جائے.....

آہ! جن کی گذشتہ شب بھی فاقے کی حالت میں کٹی تھی اور

دن بھی بھوک کی حالت میں گزرا تھا..... آج رات

انہیں پھر بہلا کر بھوکا سلایا جا رہا ہے..... قربان

جاؤں ایسے جاں نثاروں پر جو رسول اللہ ﷺ

کے ایک اشارے پر اپنے بچوں کی مامتا بھی

قربان کر دیتے تھے..... وہ ماں جو خود بھوکی رہ

کر اپنے بچوں کو کھلاتی ہے..... خود پیاسی رہ کر

اپنے بچوں کو پلاتی ہے..... وہ آج رات اپنے دو

دن سے بھوکے جگر کے ٹکڑوں کو مہمان رسول ﷺ

کی خاطر بہلاتی ہے اور سلا دیتی ہے..... اور ایک ہم

ہیں جو اپنے بچوں کو دنیا میں ہر قسم کا آرائش و آرام دینے کے لیے

حلال و حرام کی تمیز سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں..... اور اپنے بچوں کو

سود کا مال کھلا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اعلان جنگ کو بخوشی قبول کر لیتے

ہیں.....

جب صحابہ اس قدر جاں نثاری کے عملی مظاہرے کریں تو اللہ تعالیٰ دنیا ہی



میں انھیں جنت کے ٹکٹ کیوں نہ دے..... معاملہ صرف اتنا ہی نہ تھا کہ ان مثالی  
 میاں بیوی نے اپنے بچوں کو بھوکا سلا کر رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی میزبانی  
 کی..... اب اس سرگزشت کا اگلا حصہ سنئے: انصاری صحابی نے اہلیہ کو ہدایت دی  
 کہ جب ہمارا مہمان کھانا کھانے بیٹھ جائے تو تم چراغ کی لوٹھیک کرنے کے  
 بہانے اسے بچھا دینا..... تاکہ اُسے یوں محسوس ہو کہ اس کے ساتھ  
 ہم بھی کھانا کھا رہے ہیں..... چنانچہ ایسا ہی ہوا..... گھٹا ٹوپ  
 اندھیرے میں وہ دونوں مہمان کے قریب دسترخوان پر  
 بیٹھ گئے..... مہمان بھوک کی شدت کی وجہ سے کھانا  
 کھاتا جا رہا تھا اور وہ دونوں میاں بیوی اپنی زبان  
 نمائی طور پر چلائے جا رہے تھے..... یہاں تک کہ  
 کھانا ختم ہو گیا..... اور رسول اللہ ﷺ کا مہمان وہاں  
 سے رخصت ہوا تو ہشاش بشاش تھا..... کیونکہ اس کی  
 پیاس بجھ چکی تھی اور شکم سیر ہو چکا تھا.....

صبح ہوئی تو وہ انصاری میزبان رسول اللہ ﷺ کی خدمت  
 اقدس میں حاضر ہوا..... اُسے دیکھتے ہی آپ ﷺ نے فرمایا:

«قَدْ عَجَبَ اللَّهُ مِنْ صَنِيعِكُمْ بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ»

”تم دونوں میاں، بیوی نے اپنے مہمان کے لیے جو قربانی دی ہے،  
 اللہ اس سے بہت خوش ہوا ہے۔“<sup>1</sup>

یہ وہ اطلاع تھی جو عرش معلیٰ سے آئی تھی اور ساتوں آسمانوں کو پھلانگتی ہوئی رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی تھی کہ آپ کے ایک جاں نثار صحابی نے آپ کا ایسا اکرام کیا ہے کہ قیامت تک اس کی نظیر ناپید رہے گی۔

نوٹ: یہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی پہلی لڑی تھی جو ہم نے آپ کے گوش گزار کی..... اس بات میں کسی شک و شبہ کی ہرگز گنجائش نہیں کہ یہ وہ انکشافات تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا تھا..... ورنہ اس حقیقت سے تو ہم سب آگاہ ہیں کہ اللہ کے علاوہ مشرق سے لے کر مغرب تک..... شمال سے لے کر جنوب تک..... آسمان کی بلندیوں سے لے کر تحت الثریٰ کی گہرائیوں تک..... چاہے انسان ہوں..... چاہے جن ہوں..... چاہے ملائکہ ہوں..... آفاق کائنات میں بسنے والا کوئی فرد غیب کا علم نہیں جانتا..... وہ تنہا دانائے آشکار و نہاں ہے..... چنانچہ اس مالک ارض و سماء نے فرمایا:

﴿عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۚ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۚ﴾

”(وہی) غیب (کی باتیں) جاننے والا ہے، پس کسی پر اپنے غیب کو

ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے، تو بے شک وہ اس (رسول) کے آگے اور اس کے پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے (جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور وحی الہی کے ذریعے اس تک خبریں پہنچاتے رہتے ہیں۔)“<sup>2</sup>

خود اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ لوگوں کو صاف صاف بتا دو کہ میں غیب کا علم نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ط وَلَوْ كُنْتَ أَعْلَمُ  
الْغَيْبَ لَا سْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ط وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ط إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ  
وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ع﴾

”(اے پیغمبر!) آپ (ان لوگوں کو آگاہ) فرمادیں: میں اپنی جان کے لیے (بھی) نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو صرف ڈرانے والا ہوں (ان لوگوں کو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت کرتے ہیں) اور ان لوگوں کو خوشخبری سنانے والا ہوں جو ایمان لاتے ہیں۔“<sup>3</sup>



اس کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات اور احادیث ہیں جو یہ حقیقت اُجاگر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات کا کوئی شخص، چاہے نبی ہو یا ولی غیب کا علم نہیں جانتا..... اور رسول اللہ ﷺ کا کسی خبر کے بارے میں مطلع ہونا..... یا آپ ﷺ کا اپنی عدم موجودگی میں وقوع پذیر ہونے والے حادثے کے بارے میں سو فیصد صحیح اطلاع دے دینا..... درحقیقت آپ کی نبوت کی صداقت کی ایک نشانی ہے..... یہ علم غیب نہیں ہے..... کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۖ وَيُنزِّلُ الْغَيْثَ ۖ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝﴾

”بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور وہی بارش برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا، خوب باخبر ہے۔“<sup>4</sup>

کائنات کا کوئی بھی شخص ہو..... اسے اس جسارت کی اجازت نہیں ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میرے لیے غیبی خبروں کا انکشاف ہوتا ہے..... یا میں مستقبل کے حالات میں جھانک لیتا ہوں..... کسی کا کسی بھی شخص کے بارے میں یہ بتانا کہ اُس کے آئندہ شب و روز کس طرح بسر ہوں گے..... اور اُسے کن حادثات کا سامنا کرنا پڑے گا..... یہ سب کچھ بالکل جھوٹ، افتراء پردازی، عیاری اور

مکاری پر مبنی ہے..... بلکہ غیب کی خبریں بتانے والے کاہنوں..... یا علم نجوم کے ماہروں..... یا ہاتھ دیکھ کر مستقبل کی قسمت اور تقدیر بتانے والوں کی تصدیق کرنا..... انھیں اپنا ہاتھ دکھانا..... اور ان سے مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات و حادثات کے بارے میں پوچھنا بالکل حرام اور شرک ہے..... اور شرک کے مرتکب کے لیے روز محشر معافی کا قطعاً کوئی امکان نہیں۔

1 صحیح مسلم، حدیث: 2054. 2 الجن 27,26/72. 3 الأعراف 7:188.  
4 لقمن 31:34.

## نظام کائنات میں رسول اللہ ﷺ کے معجزات

### چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے

رسول اللہ ﷺ نے کفار کو دعوت الی اللہ دینے کے لیے ہر طرح کے طریقے اختیار فرمائے..... لیکن وہ عاقبت نااندیش آپ کو جھٹلانے کی کوشش کرتے رہے..... آپ ﷺ نے انھیں دین حق کے واضح دلائل دیے مگر وہ حقائق سمجھنے کی بجائے آپ ﷺ سے معجزے دکھانے پر اصرار کرتے رہے..... حتیٰ کہ ایک دن کہنے لگے:

اے محمد! (ﷺ) اگر تم سچے ہو تو ہماری آنکھوں کے سامنے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ..... یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: اے مولیٰ! اگر یہ اسی بہانے جہنم سے بچ جائیں اور جنت میں جانے والے بن جائیں تو یہ کام تیرے لیے کیا مشکل ہے..... اے اللہ! چاند کے دو ٹکڑے کر دے.....

جونہی آپ ﷺ نے دُعا ختم کی چشم فلک نے یہ محیر العقول نظارہ دیکھا کہ اچانک چاند میں شرکاف پڑا..... اور وہ پھٹ کر دو ٹکڑوں میں بٹ گیا.....

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کرنے

سے پہلے میں نے مکہ میں اپنی نظروں سے چاند کو دیکھا کہ وہ دو ٹکڑوں میں بٹ گیا ہے..... ایک ٹکڑا جبلِ ابی قیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا سویداء مقام پر چمک رہا تھا۔<sup>1</sup> کافروں کی نظریں جب چاند کے دو الگ الگ ٹکڑوں پر پڑیں تو وہ انگشت بندھا رہ گئے..... مارے حیرت کے ان کی آنکھیں پتھرا گئیں..... لیکن اس بہت بڑے معجزے کے باوجود شیطان نے انہیں اپنے شکنجے میں جکڑ لیا..... وہ کہنے لگے: یہ تو جادو گر ہے..... اس نے اپنے جادو کے ذریعے لوگوں کو مسحور کر دیا ہے..... پھر اپنے ذہنی انتشار، قلبی اضطراب اور نفسانی تذبذب سے نکلنے کے لیے کہنے لگے: اچھا ایسا کرتے ہیں کہ جو لوگ دور دراز کے علاقوں سے سفر کر کے آئیں گے..... ہم ان سے اس واقعے کی تصدیق طلب کریں گے..... اگر انہوں نے بھی ہماری طرح اپنے گھروں میں بیٹھ کر چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہوگا..... پھر تو واقعی محمد (ﷺ) سچے ہیں..... کیونکہ بیک وقت کائنات کے کونے کونے میں بسنے والے تمام لوگوں پر جاؤ کر دینا تو اس کے بس کی بات نہیں..... اور اگر دور دراز کے رہنے والے یہ کہیں گے کہ ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتا نہیں دیکھا تو پھر یہ ہمارے سامنے جو کچھ ہوا ہے یقیناً جادو ہی ہے.....

جب مسافروں کے اولین قافلے مکہ پہنچے تو قریش ان سے یہ معاملہ پوچھنے کے لیے دوڑے اور کہا کہ کیا تم نے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھے ہیں؟

نو وارد مسافر کہنے لگے: ہاں ہاں! ہم نے فلاں رات اپنی آنکھوں سے دیکھا



تھا کہ چاند واقعی ٹوٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے.....

پھر اور مسافر آئے..... انہوں نے بھی یہی جواب دیا..... قریش نے سوچا:  
 اب ہم یہ معجزہ مان لیں تو پھر اس کی نبوت کا اقرار اور اس کی غلامی قبول کرنی  
 پڑے گی..... بہتر یہی ہے کوئی بہانہ ڈھونڈ کر جان چھڑا لیں..... چنانچہ ہٹ دھرمی،  
 ضد، بغض، عناد اور غرور میں آ کر ان بد نصیبوں نے اپنی آنکھوں سے صریح معجزہ  
 دیکھنے کے باوجود آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا..... بلکہ نہایت ڈھٹائی سے  
 کہنے لگے: اس نے سب لوگوں پر جادو کر دیا ہے۔<sup>2</sup>

اللہ نے اس معجزے کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح فرمایا ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۚ وَالنَّشَقُ الْقَمَرُ ۚ وَانْ يَّرُوا آيَةً يُعْرَضُوا وَيَقُولُوا  
 سِحْرٌ مُّسْتَبِرٌّ ۚ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ وَلَقَدْ  
 جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۚ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ ۚ فَمَا تُغْنِ  
 النَّذْرُ ۚ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكْرٍ ۚ خَشَعًا  
 أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۚ﴾

”قیامت بہت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ (مشرک)





کوئی معجزہ دیکھیں تو منہ موڑتے اور کہتے ہیں کہ (یہ) ہمیشہ سے چلا آتا  
 ہوا جادو ہے۔ اور انھوں نے (اسے) جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی  
 پیروی کی، اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس وہ  
 خبریں آچکی ہیں جن میں تنبیہ و نصیحت ہے۔ کمال کو پہنچی ہوئی حکمت،  
 پھر (بھی) تنبیہات فائدہ نہیں دیتیں۔ لہذا (اے نبی!) ان سے منہ  
 موڑ لیجیے، (یاد کریں) جس دن بلانے والا نہایت ناگوار چیز کی طرف  
 بلائے گا۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے یوں نکلیں گے جیسے  
 وہ منتشر ٹڈی دل ہوں۔“<sup>3</sup>

1 صحیح البخاری، حدیث: 3636 مختصراً. 2 عیون الأثر: 1/149. 3 القمر

## بادل آئے، ٹوٹ کے برسے

چشم فلک نے رسول اللہ ﷺ کی نگاہ کی یہ تاثیر بھی دیکھی کہ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو وہ بھی اللہ کے حکم سے سر تسلیم خم ہو گیا..... ہوا یوں کہ زمانہ نبوت میں ایک دفعہ بڑی مدت تک بارش نہیں ہوئی..... زمینیں بخر ہو گئیں..... کھیتیاں اُجڑ گئیں..... باغ ویران ہو گئے..... ہر جگہ خزاں کی وحشت برسنے لگی..... جمعہ کا دن تھا..... جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے..... منبر پر کھڑے ہو گئے اور خطبہ ارشاد فرمانے لگے..... ایک شخص نے مسجد کی چار دیواری میں قدم رکھا..... رسول اللہ ﷺ بدستور خطبہ دے رہے تھے..... وہ شخص مسجد میں آکر سیدھا آپ ﷺ کے روبرو پہنچا اور تن کر کھڑا ہو گیا..... اس نے ذرا بھی انتظار نہ کیا..... نبی کریم ﷺ کو خطبہ دیتے دیتے ٹوکا اور اونچی آواز سے چلانا شروع کر دیا..... وہ کہہ رہا تھا: اے اللہ کے رسول! مال تباہ ہو گئے..... کھیتیاں ویران ہو گئیں..... سڑکیں ٹوٹ گئیں..... خدارا! اللہ کا دروازہ کھٹکھٹائیے تاکہ وہ ہم پر بارانِ رحمت نازل فرمائے.....

وہ آدمی بے حد رنجیدہ تھا اور سانس لیے بغیر بس بولے

ہی چلا جا رہا تھا..... خشک سالی کی مصیبت نے اسے مضمحل  
 کر دیا تھا..... اس کے بچے بھوک سے بلک رہے تھے.....  
 جانور ہلاک ہو گئے تھے..... زمینیں بے آباد ہو گئی تھیں.....  
 سرٹکیں ٹوٹ گئی تھیں..... بارش سے محروم پیاسی زمین پر کسی  
 کو کسی کل چین نہیں تھا..... ان آزمائشوں نے اس کا پیانہ  
 صبر لبریز کر دیا تھا..... اور رحمت عالم ﷺ کو اپنے جاں نثاروں  
 کا دکھ، درد میں مبتلا ہونا کیسے برداشت ہو سکتا تھا؟ اس کے  
 درد بھرے الفاظ سن کر آپ ﷺ نے ذرا بھی توقف نہ  
 کیا..... اسی وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا دیے..... پھر  
 آپ ﷺ نے آہ وزاری کر کے چشمِ پرُنم سے گڑگڑا کر  
 رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی:

«اللَّهُمَّ! اسْقِنَا..... اللَّهُمَّ! اسْقِنَا..... اللَّهُمَّ! اسْقِنَا»

”اے اللہ! ابر رحمت برسا..... اے اللہ! بارانِ رحمت  
 نازل فرما..... اے اللہ! اپنے کرم کی جھڑی لگا دے!“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بھی نمازیوں میں شامل تھے..... جب ان کی  
 نگاہ رسول اللہ ﷺ کے مقدس چہرے پر پڑی تو انہوں نے  
 دیکھا کہ رسولِ رحمت ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت  
 سوز و گداز اور درد مندی سے بارش کی دعا مانگ رہے  
 ہیں..... انس نے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں..... وہ

کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس وقت آسمان پر دور دور تک بادل کا نام و نشان بھی نہ تھا..... آسمان صاف شفاف شیشے کی طرح چمکتا نظر آ رہا تھا..... اس وقت پہاڑوں کی چوٹیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں..... ہمارے اور پہاڑوں کے مابین کوئی گھر نہیں تھا..... ساری فضا صاف شفاف تھی..... اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابھی آپ ﷺ کے ہاتھ دعا کے لیے بلند ہی تھے کہ اچانک آسمان پر پہاڑوں کی طرح بڑے بڑے بادل نمودار ہوئے..... اور آپ ﷺ منبر سے نیچے اترنے بھی نہ پائے تھے کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک سے بارش کی بوندوں کی لڑیاں جاری ہیں..... پھر تو آسمان پورے زور سے برسنا..... اس روز بھی برسنا..... اس سے اگلے روز بھی برسنا..... اس سے اگلے روز بھی برسنا..... پھر اس سے اگلے روز بھی برسنا..... اتنا برسنا، اتنا برسنا کہ مسلسل سات دن تک بارش نے تھمنے کا نام نہ لیا..... ہر طرف جل تھل ہو گیا..... بنجر زمینیں سیراب ہو گئیں..... پیاسے مویشیوں کی پیاس بجھ گئی..... اس لگاتار بارش کے ہوتے ہوئے ہی دوسرا جمعہ آ گیا..... آپ خطبہ دینے کے لیے تشریف لائے، منبر پر پہنچے..... ایک ایک شخص مسجد کے اسی دروازے سے داخل ہوا جس سے پچھلے جمعے داخل ہوا تھا..... وہی تھا یا کوئی اور ہوگا.....

آپ ﷺ پورے وقار سے کھڑے تھے..... خطبہ ارشاد فرما رہے تھے..... وہ شخص آیا اور آپ ﷺ کے روبرو کھڑا ہو گیا..... کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مال تباہ ہو گئے..... مکان گر گئے..... سرٹکیں ٹوٹ پھوٹ گئیں..... فصلیں ڈوب گئیں..... اب اللہ سے دعا کریں کہ بارش تھم جائے..... رسول رحمت ﷺ نے دوبارہ دستِ دُعا بلند کیا اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی:

«اللَّهُمَّ! حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اللَّهُمَّ! عَلَى الْآكَامِ، وَالظَّرَابِ،  
وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ، وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ»

”الہی! ہم پر نہیں بلکہ ہمارے ارد گرد بارش برسا۔ اے اللہ! ٹیلوں پر، پہاڑوں پر، وادیوں میں اور افزائش پانے والے درختوں پر بارش برسا۔“

پھر آپ ﷺ لمحہ بھر کے لیے رُکے اور اپنے دستِ مبارک سے چھائی ہوئی گھٹاؤں کو دُور ہٹنے کا اشارہ کرنے لگے..... انس کہتے ہیں: آپ ﷺ جس طرف بھی اشارہ کرتے تھے اسی وقت بادلوں میں شگاف پڑ جاتا تھا اور بادل کا

ٹکڑا پھٹ کر ڈور نکل جاتا تھا..... حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ پورے مدینے سے بادل چھٹ گئے ہیں..... وہ صاف شفاف جزیرے کی طرح نظر آ رہا ہے..... مدینہ منورہ کے آس پاس موسلا دھار بارش ہو رہی تھی..... مگر اب مدینے میں بارش کی ایک بوند کا بھی نام و نشان موجود نہ تھا.....

وادی قنات میں ایک ماہ تک بارش کا پانی بہتا رہا..... باہر سے جو راہ گیر بھی مدینے آ رہا تھا..... اس کے لبوں پر یہی الفاظ تھے:

ارے! مدینے کے باہر تو بڑی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے.....<sup>1</sup>  
یہ سب کچھ آپ ﷺ کی اس دعا کا نتیجہ تھا:

«اللَّهُمَّ! حَوِّالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا.....»

یہ بات تو یقیناً ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ آپ ﷺ کے ادنیٰ سے اشارے پر بادلوں نے جو سر تسلیم خم کیا..... وہ صرف اللہ کے حکم اور اسی کی قدرت کا مرہونِ منت تھا..... اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بادلوں پر یہ تصرف اسی طرح عطا کیا جس طرح اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوڑھ اور برص کی بیماری میں مبتلا لوگوں کو صحت یاب اور مردوں کو قُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ! کہہ کر زندہ کر دیتے تھے..... اگر اللہ چاہے تو ایسے اختیارات کسی کو بھی نہ دے..... نہ نبی کو..... نہ غیر نبی کو..... لیکن اللہ تعالیٰ کسی حکمت کے پیش نظر اپنے بعض انبیاء کو بسا اوقات ایسی مافوق الاسباب قوت سے نوازتا تھا..... اور ایسی حکمت صرف اللہ جل جلالہ ہی کے ارادے اور مشیت پر موقوف ہوتی ہے۔

1 صحیح البخاری، حدیث: 933 و 1013.

## حیوانات پر تصرف

عرصہ دراز سے خشک دودھ والی بکری کے تھنوں سے دودھ کی دھاریں جب قریش نے مکہ میں مسلمانوں کا جینا دو بھر کر دیا..... تو مسلمان رفتہ رفتہ دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کرنے لگے..... بالآخر رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک دن اپنے وطن عزیز ”مکہ“ سے ہجرت فرمائی..... آپ ﷺ نے ایک رات ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا، مکہ کو الوداع کہا اور مدینہ کی جانب چل پڑے..... ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ بھی ان کے ساتھ تھے..... عبداللہ بن اریقظ لیشی راستے کی نشاندہی کرتے جا رہے تھے..... قریش نے اعلان کر دیا کہ جو بھی محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کو پکڑ کر لائے گا اسے نہایت قیمتی انعامات دیے جائیں گے..... انعام کے لالچ میں کچھ لوگ آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے..... ناکہ بندی کر دی گئی..... گلی گلی، کوچہ کوچہ ہر جگہ چھان ماری مگر انھیں ناکامی کے سوا کچھ نہ ملا..... ادھر آپ ﷺ کا قافلہ سوئے منزل رواں دواں تھا..... دوران سفر زادراہ ختم ہو گیا..... آپ ﷺ ایک عرب خاتون ”ام معبد خزاعیہ“ کے خیموں کے

پاس سے گزرے..... ام معبد بہت بے باک اور جرأت مند عورت تھیں..... وہ اپنے خیمے سے باہر نکل کر دروازے کے قریب بیٹھا کرتی تھیں..... اکثر اوقات وہاں سے گزرنے والے مسافروں کو پانی پلاتی تھیں..... کھانا موجود ہوتا تو کھانا بھی کھلا دیتی تھیں..... جب نبی کریم ﷺ کی نگاہ ان پر پڑی تو دریافت فرمایا: محترمہ! کیا آپ کے پاس گوشت یا دودھ ہے؟ ہم خریدنا چاہتے ہیں.....

ام معبد کے پاس گوشت تھا نہ دودھ..... انہوں نے معذرت کی اور کہا: اگر کوئی چیز موجود ہوتی تو میں آپ کی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑتی..... آپ ﷺ کی نظر اردگرد پڑی..... وہ واقعی بہت غریب، مسکین اور قحط زدہ لوگوں کا ٹھکانا معلوم ہوتا تھا..... زمینیں بخر اور بے آباد تھیں..... جانور مریل اور کمزور تھے..... آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھوک بڑی شدت سے ستا رہی تھی..... آپ نے نگاہ اٹھائی تو خیمے کے کونے میں ایک لاغر بکری دکھائی دی..... آپ نے پوچھا: محترمہ! یہ بکری کیسی ہے؟ ام معبد نے جواب دیا: جناب والا! یہ اس قدر مریل، مضمحل اور نڈھال بکری ہے کہ دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے کے لیے بھی نہ جاسکی..... اس لیے ادھر ہی رہ گئی ہے.....



آپ ﷺ نے پوچھا: کیا یہ دودھ دیتی ہے؟  
 عرض کی: جناب والا! اس کا دودھ خشک ہوئے عرصہ  
 دراز بیت گیا ہے..... یہ بے چاری قدم اٹھا کر چلنے سے  
 بھی قاصر ہے..... دودھ کیا دے گی.....

فرمایا: کیا آپ مجھے دودھ دوہنے کی اجازت دیں گی؟  
 انھوں نے جواب دیا: اگر آپ کو اس بکری سے دودھ مل  
 جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں..... آپ ﷺ نے فرمایا:  
 بکری لے آؤ..... بکری آگئی تو آپ نے اللہ کا مبارک نام  
 لیا اور اس پر ہاتھ پھیرا..... پھر اللہ کا مبارک نام لیا اور اس  
 کے تھنوں کو ہاتھ لگایا..... اور ایک بڑا برتن لانے کا حکم  
 دیا..... یکا یک بکری کے تھن پھول گئے..... اور بکری اپنی  
 ٹانگیں چوڑی کر کے دودھ دینے کے لیے تیار ہو گئی.....  
 آپ ﷺ نے برتن نیچے رکھا..... دودھ دوہنا شروع کیا تو  
 بکری کے تھنوں سے دودھ کی دھاریں اس طرح برسنے  
 لگیں جیسے وہ مدتوں سے اسی مقدس مسافر کے انتظار میں  
 کھڑی تھی کہ وہ آئیں گے تو دودھ دوں گی ورنہ تھنوں کو  
 پُھونے بھی نہ دوں گی..... بکری نے اس قدر دودھ دیا کہ  
 برتن بھر گیا..... آپ ﷺ نے یہ دودھ ام معبد کو مرحمت  
 فرمایا..... انھوں نے پیا..... پھر صحابہ نے پیا..... سب پی

کر سیر ہو گئے ..... تو پھر آپ ﷺ نے خود پیا ..... اور پھر دوبارہ اسے دوہنا شروع کر دیا ..... برتن دوبارہ بھر گیا تو ام معبد کے حوالے فرمایا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے ..... ام معبد تو بس دیکھتی ہی رہ گئیں ..... وہ ابھی ان حیران کن بابرکت لمحات میں کھوئی ہوئی تھیں کہ ان کا خاوند ابو معبد کمزور، ناتواں اور خالی پیٹ بکریاں ہانکتا ہوا آن پہنچا ..... بکریاں بھوکی تھیں ..... انھیں چرنے کو کچھ نہیں ملا تھا ..... اس نے جب دودھ دیکھا تو ششدر رہ گیا ..... بولا: ام معبد! ہمارے گھر میں تو دودھ دینے والا کوئی جانور ہی نہیں ..... بکری تو موجود ہے مگر اس کا دودھ مدت سے خشک ہو چکا ہے ..... پھر یہ دودھ کہاں سے آ گیا؟ وہ بولیں: اللہ کی قسم! آج یہاں سے ایک برکتوں کا پیکر گزرا ہے ..... اس نے تو کمال کر دکھایا ..... ایسا کمال جو انسانی سوچ سے بھی ماورا ہے ..... ام معبد نے ساری سرگزشت سنا ڈالی ..... ابو معبد سنتا جا رہا تھا اور دشت حیرت میں گم ہوتا جا رہا تھا ..... وہ بولا: مجھے اُس شخص کا حلیہ بتاؤ ..... اللہ کی قسم! مجھے لگتا ہے یہ وہی شخص ہے جس کی تلاش میں قریش مارے مارے پھر رہے ہیں .....

ام معبد نے جناب رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک کا یوں نقشہ کھینچا:

رنگ چمکتا ہوا ..... بناوٹ میں حسن کا نظارہ ..... چہرہ تابناک ..... نہ پیٹ بڑھا ہوا کہ عیب دار لگے ..... نہ سر پہ بالوں کی کمی کا عیب ..... مسکراتا ہوا حسین و جمیل مکھڑا ..... سُرمے کی آنکھیں ..... لمبی لمبی پلکیں ..... رعب دار آواز ..... سرمہ لگا ہوا ..... باریک اور دراز ابرو ..... گھنی بھنویں ..... صراحی دار گردن ..... گھنی داڑھی جس کے بالوں میں ہلکا ساخم ..... خاموش رہیں تو نہایت پُر وقار ..... لبوں کو

# محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

جنبش دیں تو آواز بلند و بالا، پُرشش اور شیرینی میں گندھی ہوئی..... ٹھہر ٹھہر کر واضح اور دو ٹوک جملے بولتے تھے..... نامکمل جملوں، غیر ضروری اختصار اور فضول گوئی سے پرہیز..... گفتگو فرمائیں تو یوں لگتا جیسے موتیوں بھری لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں..... دور سے دیکھیں تو سب سے بڑھ کر دلکش و باکمال..... قریب سے دیکھیں تو نہایت بارونق و پر جمال..... درمیانہ قد..... نہ اتنا لمبا کہ معیوب دکھائی دے..... نہ اتنا چھوٹا کہ برا لگے..... بالکل برابر جیسے دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ ہو..... جو دیکھنے میں سب سے بڑھ کر شاداب معلوم ہوتی ہے..... قد کے اعتبار سے حسن و جمال کا پیکر..... اعضاء ایسے خوبصورت اور

متوازن جیسے اپنی مرضی سے بنائے گئے ہوں..... اُن کے جاں نثار انھیں یوں گھیرے ہوئے تھے جیسے چاند کو ستارے..... بولیں تو سب سننے کو لپک پڑیں..... حکم دیں تو اُسے بجالانے میں ایک دوسرے سے سبقت کریں..... اُن کے دلوں کی دھڑکنیں آپ (ﷺ) ہی کی محبت سے پیدا ہوتی ہیں..... ان کے ایک اشارہ ابرو پر کٹ مرنا باعث فخر سمجھا جاتا ہے..... ان پر اپنی جانوں کو نچھاور کرنے والے ہر آن ان کی پلک جھپکنے کے منتظر رہتے ہیں..... وہ مشک و گلاب ہیں..... گوہر نایاب ہیں..... اُن کی پیشانی کبھی شکن آلود نہیں ہوتی..... جو ایک بار اُن کے رخِ زیبا کو دیکھ لے، زندگی بھر نہ بھلا پائے.....

ام معبد رسول اللہ ﷺ کے گن گاتے گاتے تھکتی ہی نہ تھی..... وہ حیران تھی کہ کون کون سی صفات بیان کرے اور کون سی چھوڑے.....

اتنے میں ابو معبد بول اٹھا: اُوہ! اللہ کی قسم! یہی وہ شخص ہیں جنہیں قریش تلاش کرتے پھر رہے ہیں..... اگر زندگی نے میرا ساتھ دیا تو میں انہیں ضرور ڈھونڈ نکالوں گا..... اور ان کے قدموں کو چھونے اور چومنے والی مٹی کو اپنے ماتھے کا جھومر بناؤں گا..... اور اپنی ساری زندگی ان کی غلامی میں بسر کر دوں گا..... جب تک میرے سانسوں کی آمدورفت جاری رہے گی اور جب تک میرے وجود میں خون کی ایک بوند بھی گردش کرے گی..... اس وقت تک میں ان کے قدموں کے نشانات پر انہیں تلاش کرتا رہوں گا۔<sup>1</sup>

1 دلائل النبوة للبيهقي: 1/276، والمستدرک للحاکم: 3/10، 9، حدیث: 4274، وإسناده حسن.

## سرکش اونٹ رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر جھک گیا

ایک انصاری خاندان کے پاس ایک اونٹ تھا..... اہل خاندان اس اونٹ سے بار برداری کا کام لیتے تھے..... وہ کنویں سے پانی نکالتے تھے اور اس اونٹ پر لاد کر لایا کرتے تھے..... ایک دن اونٹ سرکش ہو گیا..... اس نے کام کرنے سے انکار کر دیا..... وہ اس پر سامان لادتے تو بیٹھ جاتا تھا اور پھر اٹھنے کا نام نہیں لیتا تھا..... وہ بالکل برا بیچتے ہو چکا تھا..... وہ لوگ اس کو نہ تو کسی کام میں استعمال کر سکتے تھے، نہ اس پر سواری کر سکتے تھے..... ان کا سارا کاروبار ٹھپ ہو گیا تھا..... بے چارے غریب لوگ تھے، دوسرا اونٹ خریدنے کی سکت نہ تھی..... بہت پریشان ہوئے..... مجبور ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، عرض کیا:

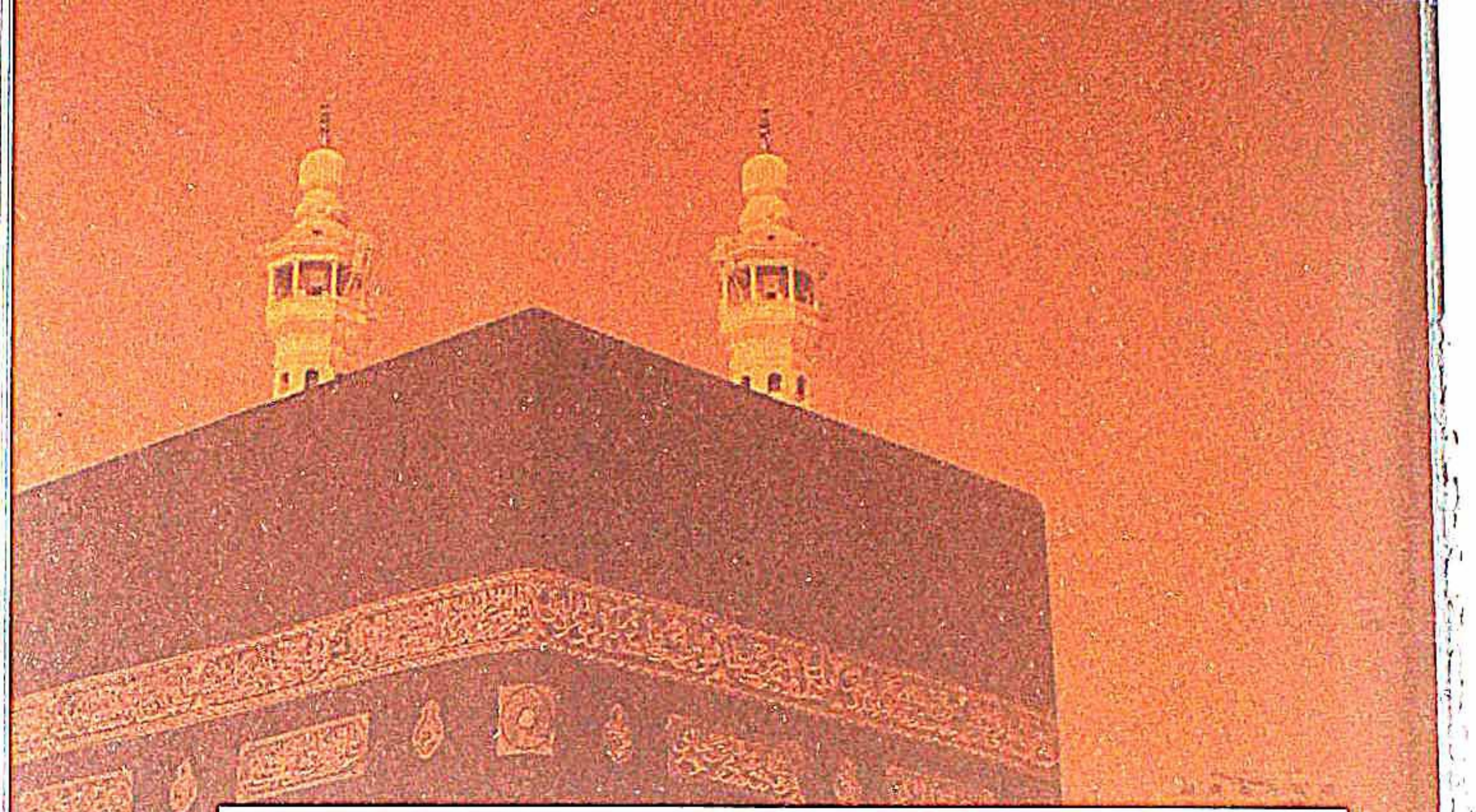
یا رسول اللہ! ہمارے پاس صرف ایک ہی اونٹ ہے..... اس پر ہم پانی بھر کے لایا کرتے تھے..... وہ سرکش ہو گیا ہے..... اپنی پیٹھ پر کوئی چیز رکھنے ہی نہیں

دیتا..... ہماری فصلیں اور کھجوریں خشک ہو گئی ہیں.....

آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اٹھو!..... سب اٹھے اور آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑے..... باغ میں قدم رکھا تو دیکھا کہ اونٹ ایک کنارے پر الگ تھلگ کھڑا ہے..... آپ ﷺ اس کی جانب چل پڑے..... خوف کے مارے انصاریوں کے دل دھڑکنے لگے مبادا اونٹ آپ ﷺ کو نقصان پہنچا دے..... وہ گھبرا کر چلائے: اے اللہ کے رسول! یہ اونٹ تو باؤلے کتے کی طرح وحشی ہو چکا ہے..... آپ پر حملہ کر دے گا.....

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں..... آپ ﷺ اس کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے..... جونہی اونٹ کی نگاہ آپ ﷺ پر پڑی اس نے آپ کی طرف دوڑنا شروع کر دیا..... یہ دیکھ کر صحابہ کرام کی گھبراہٹ اور خطرناک حد تک بڑھ گئی..... مگر وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے کہ وہ اونٹ آپ ﷺ کے قریب پہنچ کر سجدہ کر کے آپ کے قدموں میں گر پڑا..... آپ ﷺ نے اُسے پیشانی سے پکڑا..... اونٹ آپ کے سامنے نہایت عاجزی سے سرنگوں ہو گیا..... آپ نے اطمینان سے اس کی ناک میں نکیل ڈالی، پھر اسے باندھ دیا.....

صحابہ رضی اللہ عنہم کو بڑی حیرت ہوئی..... انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! نادان ہونے کے باوجود ایک بے سمجھ جانور آپ کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے گر پڑا ہے..... ہم تو انسان اور صاحب عقل و دانش ہیں..... ہمیں تو بالاولیٰ آپ کے حضور سر بسجود ہو جانا چاہیے.....



آپ ﷺ نے معاً فرمایا:

«لَا يَصْلِحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ وَلَوْ صَلَحَ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ  
لِبَشَرٍ لِأَمْرَتِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عِظَمِ حَقِّهِ  
عَلَيْهَا»

”کسی انسان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی پیشانی کسی بشر کے آگے  
جھکائے، اگر کسی انسان کو کسی انسان کے لیے سجدے کی اجازت ہوتی تو  
میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سر بسجود ہو جائے، اس  
لیے کہ خاوند کے بیوی پر بہت سے حقوق ہیں۔“<sup>1</sup>

ابو نعیم کہتے ہیں: یہ اور اس جیسے اور واقعات کا پس منظر دو باتیں ہو سکتی ہیں:  
اولاً یہ کہ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ وہ پرندوں کی زبان  
سے آشنا تھے..... اسی طرح آپ ﷺ کو بھی جانوروں کی بولی سکھائی گئی.....

ثانیاً یہ کہ اس بات سے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی روشناس کرا دیا گیا تھا..... اور ان دونوں میں سے جو بھی پس منظر ہو وہ بہر حال عمیق گہرائی پر مشتمل ایک عظیم الشان معجزے و برہان سے ماوراء نہیں ہے.....<sup>2</sup>

نادان حیوان میں آپ ﷺ کا یہ تصرف اور اختیار صرف اللہ کے حکم، اس کے ارادے اور مشیت کا مرہون منت تھا..... ورنہ بسا اوقات آپ کسی جانور کو مسخر کرنا بھی چاہتے تو ناکام ہو جاتے تھے..... جس طرح صلح حدیبیہ سے پہلے آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر عمرے کی نیت سے مکہ آرہے تھے کہ چلتے چلتے اچانک اونٹنی نے گھٹنے ٹیکے اور بیٹھ گئی..... آپ نے اسے چلانا چاہا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی..... لوگ چلا اٹھے: قصواء باغی ہو گئی ہے..... آپ ﷺ نے فرمایا: ”قصواء باغی نہیں ہوئی، نہ ایسا کرنا اس کے اختیار میں ہے بلکہ اسے اس ذاتِ عالیٰ نے روکا ہے جس نے ہاتھی والے ”ابرہہ اور اس کے حواریوں کو“ مکہ میں حملہ آور ہونے سے روکا تھا۔“

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”آج قریش مجھ سے صلہ رحمی پر مشتمل جن شرائط پر بھی صلح کریں گے میں ان شرائط پر صلح کے لیے تیار ہوں۔“

چنانچہ پھر آپ ﷺ کے اور قریش کے درمیان صلح حدیبیہ طے پائی جو مشہور زمانہ سرگزشت ہے..... اس کے بعد آپ ﷺ واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے.....<sup>3</sup>

1 مسند أحمد: 3/159, 158، و دلائل النبوة لأبي نعیم: 2/385، حدیث: 287. 2  
دلائل النبوة لأبي نعیم: 2/386. 3 صحیح البخاری، حدیث: 2731, 2732، والسنن  
الكبرى للبيهقي: 9/219، وسنده صحيح.



## مریضوں کی شفا یابی

جذبہ محبتِ رسول ﷺ سے لبریز صحابی کی حیرت آفرین داستان

ابو رافع سلام بن ابی حقیق یہودیوں کا رئیس تھا..... وہ اکثر رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری کرتا تھا اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا تھا..... وہ مشرکین مکہ کو آپ ﷺ کے قتل کے منصوبوں پر اکساتا تھا..... یہ شخص مدینہ سے دور اور خیبر کے قریب ایک قلعے میں رہتا تھا..... آپ ﷺ نے ابو رافع یہودی کی طرف قبیلہ خزرج کے چند انصاری نوجوان روانہ کیے اور عبداللہ بن عتیک کو ان نوجوانوں کا امیر بنا دیا..... ابو رافع رسول اللہ ﷺ پر کچھڑ اچھالتا اور جو بھی آپ ﷺ پر طعن و تشنیع کے تیر برساتا اور آپ ﷺ پر دست درازیاں کرتا تھا، یہ اس کی مدد کرنے میں پیش پیش ہوتا تھا..... اس نے قبیلہ غطفان کی بھی مدد کی تھی..... اور رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے میں مشرکین عرب کو بھی خطیر مالی امداد دی..... اس نے ان لوگوں کو یہ کہہ کر بہت اُکسایا کہ تم محمد (ﷺ)

کے خلاف جتنا بھی سرمایہ خرچ کرو گے اس کا ذمہ دار میں ہوں..... وہ مشرکین مکہ کے پاس جا کر انھیں برا بیچتے کرتا تھا: آؤ، محمد (ﷺ) کا خاتمہ کر دیں..... حیف ہے تم پر! کہ تم اتنے جنگجو اور طاقتور ہو اس کے باوجود محمد (ﷺ) ابھی تک زندہ ہے! اٹھو اور اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو.....

غزوہ خندق کے موقع پر تمام دشمنان اسلام کو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کرنے کے لیے اس نے دن رات ایک کر دیا..... یہی تھا جس نے تمام مشرکین کو جمع کیا اور انھیں مسلمانوں کے پاؤں متزلزل کرنے اور انھیں شکست سے دوچار کرنے کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کے سپاہیوں کے روبرو لاکھڑا کیا..... یہی تھا جس نے بنو قریظہ کے یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے تمام وعدوں اور معاہدوں کو توڑ کر آپ ﷺ کو دھوکا دینے پر آمادہ کیا..... اسی کی بدولت وہ آپ ﷺ سے خیانت اور بغاوت پر تئل گئے..... اس نے کیا کچھ نہیں کیا؟

ابورافع کی سرکشی جب حد کی دیواریں پھلانگ چکی تو اس فتنے کو نیست و نابود کرنے کے لیے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر تشکیل دیا گیا..... اس میں عبداللہ بن عتبہ اور عبداللہ بن انیس بھی ان کے ہم رکاب تھے..... یہ تینوں غروب آفتاب سے پہلے ہی مدینے سے روانہ ہو گئے..... ابورافع اپنے قلعے میں موجود تھا..... جب یہ قریب پہنچے تو سورج ڈوب چکا تھا..... جس قلعے میں ابورافع رہتا تھا وہ بہت بلند اور مضبوط تھا..... اُسے عبور کرنا انتہائی دشوار بلکہ ناممکن تھا..... باہر آنے کے لیے اس کا ایک ہی دروازہ تھا.....

یہ صبح کے وقت کھلتا تھا..... جب کسان اور بکریوں کے چرواہے نکل جاتے تھے پھر اسے تالا لگ جاتا تھا..... اس کے بعد یہ شام کو غروب آفتاب کے وقت کھلتا تھا تا کہ باہر گئے ہوئے لوگ اندر آجائیں اور پھر اسے بند کر دیا جاتا تھا.....

عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ یہیں بیٹھو..... میں دربان کے پاس جاتا ہوں..... اُسے باتوں باتوں میں بہلاتا ہوں..... ہو سکتا ہے وہ میری باتوں میں آجائے اور مجھے اندر جانے دے..... عبداللہ رضی اللہ عنہ چل پڑے..... دروازے کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دربان بڑا باریک بین، دور اندیش اور چالاک ہے..... جو بھی دروازے کے اندر جاتا ہے وہ اسے گھور گھور کے دیکھتا ہے اور پہچان لیتا ہے کہ یہ کون ہے؟..... عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ دروازے میں گھسنے کی تاک میں تھے..... سورج ڈوبنے کو تھا..... لوگ اپنے جانوروں اور بکریوں کو ہانکتے ہوئے چراگاہ سے واپس آگئے اور اپنے مویشی قلعے میں پہنچانے لگے..... اچانک انھیں معلوم ہوا کہ چراگاہ میں ہمارا ایک گدھا گم ہو گیا ہے..... آفتاب غروب ہو چکا تھا..... ہر سو اندھیرا چھا رہا تھا..... وہ آگ کا شعلہ لے کر اپنا گدھا ڈھونڈنے نکلے..... وہ گدھے کی تلاش میں سرگرداں تھے..... ادھر عبداللہ رضی اللہ عنہ قلعے کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے..... اچانک انھیں خوف محسوس ہوا..... مبادا مجھے کوئی پہچان لے..... انھوں نے اپنا سر ڈھانپ لیا تا کہ لوگ سمجھیں کہ کوئی شخص رفع حاجت کے لیے بیٹھا ہے..... یہودیوں کو گم شدہ گدھا مل گیا وہ قلعے کی طرف لوٹ آئے..... دربان نے زور سے صدا لگائی: جسے قلعے میں جانا ہے جلدی سے آجائے..... اس نے عبداللہ کو دیکھا، وہ سمجھا

شاید یہ بھی ہمارے ہی قلعے کا کوئی آدمی ہے..... اس نے عبداللہ کو آواز دی اور  
 کہا: تجھے اندر جانا ہے تو جلدی سے آجا، میں نے دروازہ بند کرنا ہے..... عبداللہ  
 فوراً کھڑے ہو گئے اور چپکے سے یہودیوں کے قلعے میں گھس گئے..... اندر  
 گئے، ادھر ادھر نگاہ دوڑائی..... کہیں چھپنے کی جگہ نظر نہ آئی..... دروازے کے  
 قریب انھیں گدھے باندھنے کی جگہ دکھائی دی..... وہ اسی جگہ چھپ گئے.....  
 سب لوگ اندر آگئے تو عبداللہ نے بڑے غور سے تاک لگائی کہ دربان قلعے کی  
 چابیاں کہاں رکھتا ہے..... دربان نے چابیاں ایک محفوظ جگہ پر رکھ دیں.....  
 عبداللہ کچھ دیر چھپے رہے..... جب سب بے خبر ہو گئے اور چراغ بجھا دیے گئے تو  
 عبداللہ فوراً اُٹھے..... دربان نے جہاں چابیاں رکھی تھیں وہاں جا پہنچے.....  
 چابیاں پاتے ہی انھوں نے قلعے کے دروازے کا تالا کھول دیا..... چودھویں  
 کا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا..... چھٹکی ہوئی چاندنی میں ہر چیز  
 صاف نظر آرہی تھی..... جلدی ہی وہ لوگوں کے گھروں کی طرف متوجہ ہوئے اور  
 انھیں باہر سے بند کرتے گئے..... چلتے چلتے ابورافع کے گھر تک جا پہنچے..... اُس  
 کا مکان دوسری منزل پر تھا..... جہاں سیڑھیوں کے بغیر پہنچنا ناممکن تھا.....

عبداللہ کو ابورافع کی آواز سنائی دی..... وہ اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہا تھا..... رات کو وہ بیٹھ کر اپنے اہداف مقرر کرتے تھے اور سازشوں کے تانے بانے بنتے تھے..... عبداللہ اوٹ میں بیٹھ گئے اور ان کی مجلس ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے..... ادھر ابورافع اپنے ساتھیوں سے باتوں ہی میں مشغول رہا..... جب رات ڈھلنے لگی تو ابورافع کے ساتھی اٹھے اور اپنے اپنے گھروں کو چل دیے..... جب عبداللہ نے دیکھا کہ سب لوگ جا چکے ہیں..... تو انہوں نے ابورافع کی طرف بڑھنا شروع کر دیا..... وہ احتیاط سے دروازے کھولتے گئے اور دبے پاؤں ابورافع کے کمرے کی طرف بڑھتے چلے گئے..... وہ جو دروازہ کھولتے تھے اسے اندر سے بند کرتے جاتے تھے..... تاکہ اگر چوکیدار ان کی آمد سے باخبر ہو بھی جائیں تو انہیں عبداللہ تک پہنچنے کے لیے کوئی راستہ نہ ملے..... عبداللہ خاموشی سے سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے اوپر چڑھتے گئے..... جب ابورافع کے کمرے کے دروازے پر پہنچے تو وہ ہلکی سی جنبش سے کھل گیا..... وہ فوراً اندر گھس گئے..... چراغ بجھ چکا تھا..... اور کمرے میں اندھیرے کی حکومت تھی..... مورخین کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی نگاہ بھی کمزور تھی..... وہ یہ نہ جان سکے کہ ابورافع کہاں ہے؟ ایک تو نگاہ کمزور..... اوپر سے ہر سواندھیرا ہی اندھیرا!..... عبداللہ سوچنے لگے اب کیا ترکیب کی جائے..... چند لمحوں کے بعد انہوں نے آواز دی: ابورافع!..... یہ آواز سن کر ابورافع چونک پڑا..... کپکپاتی ہوئی آواز سے بولا: کون ہے؟..... جس طرف سے آواز آئی عبداللہ بجلی کی طرح اسی جانب بڑھے اور ابورافع

پر پوری قوت سے تلوار کا وار کیا..... ابورافع بدحواس ہو گیا..... لیکن عبداللہ کی تلوار کا واضح نشانے پر نہیں پڑا..... اس لیے ابورافع بچ گیا..... اور خوف کے مارے بڑے زور سے چلایا..... عبداللہ کی یہ کوشش ناکام رہی..... وہ جلدی سے باہر بھاگے..... جب دروازے کے قریب پہنچے تو ابورافع کی آواز پھر سنائی دی..... وہ بڑی طرح کراہ رہا تھا..... اب عبداللہ سمجھے کہ یہ بدبخت تو ابھی تک زندہ ہے!

عبداللہ لٹے پاؤں واپس آئے اور پہرے دار کا روپ دھار لیا..... کمرے میں گھپ اندھیرا تھا..... عبداللہ نے اپنی آواز بدل کر کہا: ابورافع! کیا ہوا؟..... ابورافع گھگھیا کر بولا: ادھر گھر میں کوئی شخص آگھسا ہے..... اُس نے مجھے تلوار ماری ہے..... عبداللہ فوراً ابورافع کی آواز کی جانب لپکے..... پھر جھک کر ابورافع پر ایک اور وار کیا..... تلوار اس کے بدن میں اتر گئی اور خون کے فوارے پھوٹ پڑے..... لیکن وہ اس کاری وار سے بھی نہ مر سکا اور نہایت بھیانک آواز سے چیخنے لگا..... عبداللہ فوراً دروازے کی طرف بھاگ گئے..... گھر میں کھلبلی مچ گئی..... پہرے دار جاگ اٹھے..... ابورافع شدید زخمی ہونے کی وجہ سے آہیں بھر رہا تھا..... عبداللہ ایک بار پھر واپس آئے..... اور آواز بدل کر پھر پوچھا: ابورافع! کیا ہوا؟..... یہ کہتے ہوئے وہ ابورافع کی طرف جھکے..... اور اس کے پیٹ میں پوری قوت سے تلوار گھونپ دی..... یہ اس قدر کاری وار تھا کہ تلوار اس کی انٹڑیاں کاٹتی ہوئی کمر سے باہر نکل آئی.....

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب میں نے اس کی کمر کی ہڈیوں کی چرچراہٹ سنی

# محمد رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم

إن شانک هو الأبر



تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب اسلام کے اس دشمن کا کام تمام ہو گیا ہے..... اب  
 عبداللہ رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ کر گھپ اندھیرے میں دروازہ ڈھونڈنے لگے..... پہرے  
 دار متحرک ہو چکے تھے..... لوگوں میں ہلچل مچ گئی تھی..... دروازہ ٹوٹتے ہی  
 عبداللہ نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ، بس پوری تیز رفتاری سے دوڑ لگا دی..... وہ ایک  
 ایک کر کے دروازہ کھولتے گئے اور آگے بھاگتے گئے..... آخر کار سیڑھیوں تک  
 پہنچ گئے..... جلدی جلدی نیچے اترنے لگے..... ابھی وہ فرش سے بہت سی  
 سیڑھیاں اوپر ہی تھے کہ تاریکی کے باعث انھیں غلط فہمی ہوئی..... انھوں نے یہ  
 سمجھ کر کہ شاید سیڑھیاں ختم ہو گئی ہیں وہیں سے قدم آگے بڑھا دیا..... اس غلط  
 فہمی کے نتیجے میں وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑے..... انھیں اتنی شدید ضرب آئی  
 کہ اُن کی پنڈلی ٹوٹ گئی..... انھوں نے اپنی پگڑی اتاری اور پنڈلی پر کس کر  
 باندھ لی..... اب ایک ٹانگ پر لڑکھڑاتے ہوئے وہ قلعے کے دروازے کی طرف  
 چل پڑے..... قلعے سے نکلے تو وہ لنگڑے ہو چکے تھے..... وہ بڑی جدوجہد سے  
 اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے..... جو بڑی دیر سے اُن کے منتظر تھے..... وہاں  
 پہنچتے ہی فوراً بولے: میں نے ابو رافع کا کام تمام کر دیا ہے..... تم جا کر  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری سناؤ..... میں تو اُس وقت تک یہاں سے نہیں کھسکوں  
 گا..... جب تک اپنے کانوں سے ابو رافع کی موت کا اعلان نہ سن لوں.....

دور جاہلیت میں یہ روایت تھی کہ جب قوم کا کوئی معزز شخص یا رئیس فوت ہو  
 جاتا تھا تو ایک آدمی صبح کسی بلند مکان کی چھت پر چڑھ کر لوگوں میں اس کی  
 موت کا اعلان کرتا تھا..... اور اس کی تعریف میں چند اشعار بھی پڑھتا تھا.....  
 عبداللہ رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ جب انھیں بخوبی تسلی ہو جائے گی کہ واقعی ابو رافع



مرچکا ہے تب ہی وہ واپس مدینے جائیں گے..... چنانچہ ان کے ساتھیوں نے ان کے لیے ایک سواری چھوڑی اور وہاں سے چل دیے.....

جوں ہی رات کی طویل گھڑیاں ختم ہوئیں اور صبح کو سورج کا شہزادہ نمودار ہوا، ایک شخص بلند عمارت پر چڑھا..... عبداللہ رضی اللہ عنہ قلعے کے باہر سے اسے دیکھ رہے تھے..... اس شخص نے اعلان کیا: اے لوگو! اہل حجاز کا تاجر ابو رافع ہلاک ہو گیا ہے..... عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان سنا تو خوشی سے باغ باغ ہو گئے..... انہوں نے فوراً اپنی سواری تیار کی اور اپنے ساتھیوں کے پیچھے چل دیے..... ان کے ساتھی ابھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے بھی نہیں تھے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ ان سے جا ملے..... ان کے ساتھی بہت خوش ہوئے..... عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جلدی چلو..... اللہ نے ابو رافع کو انجام تک پہنچا دیا ہے..... پھر بارگاہ رسالت میں پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کو ابو رافع کے قتل کی خوشخبری سنائی..... عبداللہ کی پنڈلی ٹوٹی ہوئی تھی..... وہ لنگڑا کر چل رہے تھے..... رسول اللہ ﷺ نے ان کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی دیکھی تو ارشاد فرمایا: عبداللہ! ٹانگ سیدھی کرو..... عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ٹانگ آگے پھیلا دی..... آپ ﷺ نے ان کے زخم پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا..... ابھی آپ ﷺ نے ان کی پنڈلی سے ہاتھ بھی نہ اٹھایا تھا کہ ان کا زخم ٹھیک ہو گیا اور عبداللہ رضی اللہ عنہ اتنی بے تکلفی سے اٹھ کھڑے ہوئے جیسے انھیں کبھی ضرب ہی نہیں آئی تھی<sup>1</sup>..... یہ معجزہ رسول اللہ ﷺ کی بے داغ سچائی کا ثبوت ہے۔

1 صحیح البخاری، حدیث: 4039، 4040، عن البراء بن عازب ؓ.

## لعابِ مبارک سے آنکھیں ٹھیک ہو گئیں

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ غزوہ خیبر کے لیے روانہ ہوئے..... وہاں پہنچ کر خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا..... محاصرہ طویل ہو گیا..... لیکن فتح کے آثار نظر نہ آئے..... آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے خطاب کیا اور ارشاد فرمایا:

کل صبح میں یہ جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں تھماؤں گا جس کے سر پر اللہ تعالیٰ فتح کا سہرا سجائے گا..... جو سر سے لے کر پاؤں تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی محبت سے سرشار ہوگا..... اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بھی اسے اپنے دامنِ محبت میں لپیٹ رکھا ہوگا..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اس رات کی طویل گھڑیاں کاٹنا مشکل ہو گیا..... وہ سوچوں میں کھو گئے..... اس نامعلوم شخص کے نصیب پہ رشک کرتے رہے..... جسے صبح ہوتے ہی اس شرفِ عظیم سے نوازا جائے گا..... ہر شخص نے اس توقع اور تمنا میں اپنے دل کو تسلیاں دیتے دیتے رات بسر کی کہ کاش! یہ شرف مجھی کو حاصل ہو جائے..... اسی سوچ بچار میں رات ڈھل گئی..... صبح کی کرنیں نمودار ہوئیں..... صحابہ کرام آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئے..... صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں کہ دیکھیے جناب رسول اللہ ﷺ کسے جھنڈا مرحمت فرمائیں گے..... چند ہی لمحوں بعد رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا:

«أَيْنَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ»

”علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟“

لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! علی رضی اللہ عنہ تو آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں..... ان کی آنکھیں سوج گئی ہیں..... درد کی شدت کی وجہ سے انہوں نے آنکھوں پر کپڑا لپیٹ لیا ہے..... اس لیے انہیں کچھ نظر نہیں آرہا..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: انہیں بلا کر لاؤ.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ دو افراد کے سہارے آئے..... دونوں افراد نے ان کے ہاتھ تھام رکھے تھے..... حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر بیٹھ گئے..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک بڑھایا..... ان کی آنکھیں کھولیں..... ان میں اپنا لعاب دہن ڈالا..... اور بارگاہِ الہی میں دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیے..... بس یہی عمل کرنے کی دیر تھی کہ پلک جھپکتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی آنکھیں اس طرح شفا یاب ہو گئیں جیسے وہ زندگی بھر کبھی ڈکھی ہی نہیں تھیں.....

پھر آپ ﷺ نے ان کے ہاتھوں میں جھنڈا تھما دیا..... سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں یہودیوں کی گردنوں پر اس وقت تک تلوار چلاتا رہوں جب تک وہ ہمارے جیسے (مسلمان) نہ ہو جائیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: سیدھے چلتے جاؤ..... ان کی آبادی (قلعوں) تک پہنچ کر انھیں اسلام کی دعوت دو..... انھیں اللہ تعالیٰ کے اس حق کے بارے میں آگاہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب کیا ہے..... اللہ کی قسم! تمہاری تبلیغ کی بدولت اگر اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو بھی راہِ حق پر گامزن فرمادے..... تو یہ تمہارے لیے عرب کے سب سے قیمتی سرمائے، سرخ اونٹوں سے بھی بڑھ کر گراں قدر ہوگا۔<sup>1</sup>

1 صحیح البخاری، حدیث: 3701.

## درختوں پر تصرف

کھجور کا تنا رسول اللہ ﷺ کی جدائی پر رو پڑا

پرانے زمانے میں لوگ اپنی عمارتوں کی بنیادیں کھجوروں کے تنوں، مٹی اور پتھروں پر رکھا کرتے تھے..... مسجد نبوی بھی کھجور کے تنوں سے بنائے ہوئے ستونوں اور ان کے اوپر کھجور کی چھڑیوں سے بنائی ہوئی چھت پر مشتمل تھی..... نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارک یہ تھی کہ خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کرتے تھے..... جب آپ ﷺ تھک جاتے تھے تو مسجد نبوی میں گڑے ہوئے کھجور کے ایک تنے سے ٹیک لگا لیتے تھے..... ایک انصاری عورت نے پیش کش کی: اے اللہ کے رسول! میرا ایک غلام بڑھی ہے..... کیا میں اس سے آپ کے لیے ایک منبر نہ بنوادوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تمہاری مرضی.....

اس عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا..... اس نے تعمیل کی، منبر تیار کیا اور اسے مسجد نبوی کی زینت بنا دیا..... جمعہ کا دن آیا..... رسول اللہ ﷺ تشریف لائے..... منبر پر قدم رکھا..... حاضرین کو سلام کیا اور منبر پر تشریف فرما ہو گئے..... بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینی شروع کی..... اسی دوران صحابہ کرام کو رونے اور سسکیاں بھرنے کی آواز سنائی دی، پھر یہ آواز بیل کی چیخوں جیسی شکل اختیار کر گئی..... صحابہ رضی اللہ عنہم نے نگاہیں اٹھائیں..... تو دیکھا کہ کھجور کے تنے سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آرہی ہیں..... اس کی آہوں اور سسکیوں سے مسجد گونج اٹھی..... رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے..... کھجور کے تنے کی طرف تشریف لائے اور اسے گلے سے لگا لیا..... کھجور کا تنا اس طرح ہچکیاں لینے لگا جس طرح چھوٹے بچے کو دلا سے دیا جائے تو وہ ہچکیاں لیتا ہے..... وہ تنا روتے روتے بالآخر خاموش ہو گیا..... آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ کھجور کا تنا وعظ و نصیحت سے محروم ہونے کی وجہ سے رویا ہے.....

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر میں اس کو گلے لگا کر دلا سے نہ دیتا تو یہ روز محشر تک اسی طرح روتا رہتا۔<sup>1</sup>

1 صحیح البخاری، حدیث: 3584، 3585، وصحیح ابن خزيمة: 140/3، حدیث:

## درخت پردہ پوشی کا ذریعہ بن گئے

نبی کریم ﷺ کی حج کی سرگزشت کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل قصہ منقول ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سفر پر روانہ ہوئے..... راستے میں ایک وسیع و عریض وادی میں پڑاؤ ڈالا..... رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کی غرض سے نکلے..... میں پانی کا برتن لے کر آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا..... رسول اللہ ﷺ نے اطراف و اکناف میں نگاہ دوڑائی..... لیکن کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو پردے کا کام دیتی..... دور وادی کے کنارے دو درخت دکھائی دیے..... آپ ﷺ ان میں سے ایک درخت کی طرف چل پڑے..... اس کی ٹہنی سے پکڑ کر فرمایا:

«انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللَّهِ»

”اللہ کے حکم سے میرے نقش قدم پر چل!“

وہ آپ ﷺ کے پیچھے اس طرح چل پڑا جس طرح وہ اونٹ جس کی ناک میں نکیل پڑی ہوئی ہو، اپنے مالک کے

پیچھے پیچھے سر تسلیم خم کر کے تن بہ تقدیر چل پڑتا ہے..... وہ درخت گھٹتا گھٹتا  
آپ کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا..... آپ اسے لے کر دوسرے درخت کے پاس  
پہنچے..... اس کی ٹہنی پکڑی اور فرمایا:

«إِنْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللَّهِ»

”اللہ کے حکم سے میرے قدموں کے نشانات پر چل پڑ!“

وہ بھی آپ ﷺ کے قدموں کو چومنے والی خاک پر اپنی جڑوں کو رگڑتا ہوا  
آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیا..... جب دونوں درخت درمیان میں آ پہنچے.....  
آپ ﷺ نے ان دونوں کو یکجا کر کے انھیں حکم دیا:

«الْتِمَا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللَّهِ»

”اللہ کے حکم سے میرے سامنے ڈھال بن جاؤ۔“

یہ سنتے ہی وہ آپس میں اس طرح جڑ کر جھک گئے کہ کوئی شکاف باقی نہ  
رہا.....

میں یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا..... اچانک میرا دل دھڑکا..... مجھے یہ خوف  
محسوس ہوا کہ میرے شرم و حیا کے پیکر آقا مجھے قریب سمجھ کر رفع حاجت کے لیے  
دور نہ چلے جائیں..... یہ خوف لاحق ہوتے ہی میں وہاں سے چپکے سے کھسک  
گیا اور دور جا کر بیٹھ گیا..... سوچنے لگا کہ ہمارے آقا ﷺ کتنے عظیم المرتبت  
ہیں جن کی حیا کی پاسداری کے لیے درخت بھی اپنی جڑ سے اکھڑ کر پردہ بن



جاتے ہیں..... میں ابھی اسی سوچ میں گم تھا کہ اچانک کسی کے قدموں کی چاپ  
سنائی دی..... میں نے نگاہ اٹھائی تو میرے سامنے سید البشر حضرت محمد ﷺ  
جلوہ افروز تھے..... میں نے درختوں پر نظر ڈالی تو وہ بھی اپنی اپنی جگہ یوں  
جا کھڑے ہوئے جیسے انہوں نے اپنی جگہ سے کبھی جُنبش ہی نہیں کی.....<sup>1</sup>

1 صحیح مسلم، حدیث: 3012.

## اشیائے خوردونوش میں برکت

پانی میں برکت دیکھ کر ایک خاتون اپنی قوم سمیت مسلمان ہو گئی

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک سفر پر روانہ ہوئے..... شدید گرمی..... چلچلاتی دھوپ..... اوپر سے سورج کی تپش..... نیچے زمین پر تپتی ہوئی ریت..... سفر بہت طویل تھا..... حق کے راہی اپنی دُھن میں چلے جا رہے تھے..... پینے کے لیے پانی نہیں تھا اور نہ ہی راستے میں کوئی کنواں تھا..... صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیاس سے نڈھال ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شدید پیاس لگ رہی ہے..... کڑی دھوپ اور تپتی ہوئی ریت پر چلنا دشوار ہو گیا ہے..... اس صورتِ حال کا کوئی حل نکالیے۔ آپ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا..... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا:

”تم دونوں جاؤ اور پانی ڈھونڈ کر لاؤ۔“

وہ چل پڑے..... پانی ڈھونڈتے ڈھونڈتے انھیں ایک راہ گیر عورت ملی..... اُس نے اپنے اونٹ پر پانی کی دو مشکیں لاد رکھی تھیں..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے پانی کہاں ہے؟

وہ بولی: پانی اتنی دور ہے کہ کل میں اسی وقت وہاں سے پانی لے کر چلی تھی،  
 آج یہاں پہنچی ہوں اور ہمارے قبیلے کے مرد لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ: آؤ، ذرا تم ہمارے ساتھ چلو.....

اجنبی عورت: کہاں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں!  
 اجنبی عورت: وہی جنھیں باپ دادا کے دین سے منحرف یعنی صابی کہا جاتا  
 ہے؟.....

مشرکین مکہ کی خباثوں میں سے ایک خباث یہ تھی کہ وہ باہر سے آنے  
 والے لوگوں کو نبی کریم ﷺ سے دُور رکھنے کے لیے آپ ﷺ کو ”صابی“ کہہ کر  
 پکارا کرتے تھے..... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی نے اس عورت سے طویل  
 گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھا، فوراً کہا: ہاں! ہاں! انھی کے پاس چلو جن کا تم تذکرہ  
 کر رہی ہو.....

وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئی اور ان کے ساتھ چل پڑی..... جب یہ عورت نبی  
 اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس سے پانی کے بارے  
 میں دریافت فرمایا..... اس نے اپنی ساری سرگزشت سنائی اور عرض کیا: میں  
 غریب ہوں، تنگدست ہوں..... میرے بچے یتیم ہیں.....

نبی کریم ﷺ نے اس سے پانی کی مشکلیں طلب فرمائیں..... ان پر دست

مبارک پھیرا..... پھر ایک برتن منگوا یا، اس میں ان مشکوں کے دہانے کھول کر پانی انڈیلنا شروع کر دیا اور تمام صحابہ کرام سے فرمایا:

آؤ! خود بھی پانی پی لو اور اپنے اپنے برتنوں میں بھی بھر لو..... تمام صحابہ اپنے اپنے برتن اور مشکیزے لے کر آگئے..... سب نے خوب جی بھر کے پانی پیا..... پھر سب نے اپنے اپنے برتن اور مشکیزے بھی پانی سے بھر لیے..... سب سیراب ہو گئے..... سب کے مشکیزے اور برتن پانی سے لبریز ہو گئے..... جس نے جتنا چاہا پانی پیا اور جس کے جتنے ظروف تھے وہ سب بھر کے لے گیا..... یہ منظر دیکھ کر وہ عورت ہکا بکا ہو گئی..... وہ حیرت کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی کہ اس کے دو مشکیزوں میں اتنا پانی کہاں سے آ گیا کہ مسلمانوں کا سارا لشکر سیراب ہو گیا اور سب کے مشکیزے بھی لبالب بھر گئے..... پھر وہ یہ دیکھ کر دانتوں میں انگلیاں دینے لگی کہ اس کے دونوں مشکیزے پانی سے بدستور بھرے ہوئے ہیں..... ان میں سے پانی کی ایک بوند بھی کم نہیں ہوئی..... بلکہ ایسے لگتا تھا جیسے پانی پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا ہے.....

اب رحمت عالم ﷺ نے اس عورت پر احسان فرماتے ہوئے اعلان کیا: اس عورت کے لیے کچھ مال جمع کرو..... یہ اعلان سنتے ہی صحابہ کرام عطیات پیش کرنے لگے..... کوئی عجوبہ کھجور لایا..... کوئی آٹا لایا..... کوئی ستولے کر حاضر ہوا..... غرض جس کے پاس جو کچھ تھا وہ اس نے بخوشی پیش خدمت کر دیا..... دیکھتے ہی دیکھتے کھانے پینے کی چیزوں کا ڈھیر لگ

گیا..... جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سامان کو ایک گٹھڑی میں باندھ دیا..... وہ عورت اونٹ پر سوار ہو گئی تو اسے یہ گٹھڑی مرحمت فرما کر اس کے اونٹ پر رکھوا دی..... اب جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: اے خاتون! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ہم نے تمہارے پانی کا ایک قطرہ بھی کم نہیں کیا..... ہمیں تو قادر مطلق اللہ وحدہ لا شریک نے پانی پلایا ہے..... عورت نے اپنے اونٹ کی باگیں موڑیں اور واپس چلی گئی..... رسول اکرم ﷺ کے مبارک الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے..... وہ خاصی تاخیر سے اپنے قبیلے کے لوگوں کے پاس پہنچی..... انہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا..... وہ بولی: یہ ایک بہت ہی حیرت انگیز داستان ہے..... میں اپنی اونٹنی پر سوار تھی..... راستے میں اچانک دو آدمی مل گئے..... وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جسے لوگ صابی کہتے ہیں..... میں وہاں پہنچی تو میں نے ایسے حیرت انگیز واقعات دیکھے کہ میں ششدر رہ گئی..... اللہ کی قسم! دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے یا تو وہ جادوگری میں لاثانی ہیں..... ورنہ پھر یہ بات حق ہے کہ بے شک وہ اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں..... اس واقعے سے متاثر ہو کر وہ عورت اپنی پوری قوم سمیت مسلمان ہو گئی۔<sup>1</sup>

1 صحیح البخاری، حدیث: 344، بالفاظ مختلفہ.

## سکون سے پیو..... کوئی پیاسا نہیں رہے گا

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ حالت سفر میں تھے..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ساتھ تھے..... دوران سفر پانی ختم ہو گیا..... رسول اکرم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ایک دن اور ایک رات مسلسل چلتے رہو..... ان شاء اللہ کل صبح طلوع ہونے والا سورج تمہیں پیاسا نہیں، سیراب و شاداب دیکھے گا..... اس کی کرنیں تم پر اس وقت پڑیں گی جب تم پانی کے پاس پہنچ چکے ہو گے.....

کارواں چلتا رہا..... سفر طویل ہو گیا..... پیاس کی شدت سے صحابہ کرام کے ہونٹ اور حلق خشک ہو گئے..... وضو کے لیے بھی پانی نہیں تھا..... یہ صورت حال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے پانی کا چھوٹا مشکیزہ منگوا لیا..... مشکیزہ حضرت ابوقحادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا..... وہ اسے لے آئے..... اس میں تھوڑا سا پانی تھا..... آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا، پانی نوش فرمایا، پانی پھر بھی بچ گیا..... آپ ﷺ نے ابوقحادہ کو حکم دیا: یہ مشکیزہ محفوظ رکھو..... اس سے عنقریب ایک عجوبہ ظہور میں آئے گا..... کارواں پھر روانہ ہو گیا..... چلتے چلتے سورج سر پہ

آ گیا..... دوپہر کا وقت تھا اور چلچلاتی دھوپ..... گرمی شباب پر تھی..... صحرا کی ریت آگ اُگل رہی تھی..... ہر چیز تپ رہی تھی..... لوگ فریاد کرنے لگے: یا رسول اللہ! ہم ہلاک ہو گئے..... پیاس نے ستیاناس کر دیا ہے..... کچھ دیر اور پانی نہ ملا تو لوگ نڈھال ہو کر گر پڑیں گے..... رسول اللہ ﷺ نے تسلی دی: «لَا هٰلَكَ عَلَیْكُمْ» ”کسی کو کچھ بھی نہیں ہو گا۔“ پھر فرمایا: میرے وضو کا برتن لاؤ..... برتن آ گیا تو ابو قتادہ کو حکم دیا: مشکیزہ لے آؤ! ابو قتادہ نے مشکیزہ پیش خدمت کر دیا..... اس میں بہت کم پانی تھا..... رسول اللہ ﷺ نے مشکیزہ اپنے دست مبارک میں تھام لیا..... اس کا منہ کھولا..... پھر اسے الٹا کر کے اپنے وضو کے برتن میں پانی ڈالنا شروع کر دیا..... صحابہ کرام کی نگاہ پانی پر پڑی تو ان کا ہجوم پانی کے گرد اکٹھا ہو گیا..... ہجوم اس قدر بڑھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو تاکید فرمائی پڑی:

«أَحْسِنُوا الْمَالَ، كُلُّكُمْ سَيَرَوِي»

”سکون سے پیو، کوئی پیاسا نہیں رہے گا۔“

آپ برتن میں پانی ڈالتے جاتے تھے..... ابو قتادہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو پلاتے جاتے تھے..... سب نے جی بھر کے پیا..... جن کے پاس برتن تھے انہوں نے برتن بھی بھر لیے..... اب ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہ تھا جس نے سیر ہو کر پانی نہ پیا ہو..... ہجوم چھٹ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر برتن میں پانی اُنڈیلا اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا «اشْرَبْ» ”تم بھی پی لو۔“

ابو قتادہ نے عرض کیا: میرے آقا! پہلے آپ نوش فرمائیں..... بعد ازاں میں پیوں گا..... میں آپ سے پہلے نہیں پی سکتا.....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پلانے والا ہمیشہ آخر میں پیا کرتا ہے..... ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نے پانی پیا..... میرے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی نوش فرمایا..... تین سو (300) صحابہ کرام میں سے ایک بھی پیا سا نہیں رہا..... سب سیراب ہو گئے۔<sup>1</sup>

1 صحیح مسلم، حدیث: 681، ومسند أحمد: 298/5.



## غزوہ تبوک میں پیاس کی شدت

غزوہ تبوک کا ہر پہلو نہایت حیرت انگیز حالات و حوادث کا آئینہ دار ہے..... اس سفر میں مسلمانوں کو شدید بھوک، پیاس اور مشقت کا سامنا کرنا پڑا..... ایک تو مسافت طویل تھی..... مزید برآں مسلمانوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی..... رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی..... پھر مغرب اور عشاء کی نماز بھی جمع کر لی..... بعد ازاں صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

ان شاء اللہ کل تم تبوک کے چشمے پر جا پہنچو گے..... اس وقت آفتاب سر پر آچکا ہوگا..... جو بھی وہاں پہنچ جائے وہ اس وقت تک چشمے کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے جب تک میں نہ پہنچوں..... کارواں چلتا رہا..... جب رسول اللہ ﷺ چشمے پر پہنچے تو آپ سے پہلے دو افراد وہاں پہنچ چکے تھے..... چشمے میں پانی بہت تھوڑا تھا..... نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو دیکھا، دریافت فرمایا: کیا تم نے یہاں سے پانی پیا ہے؟

انہوں نے کہا: جی، ہاں.....

آپ ﷺ ان پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے بذریعہ اعلان سب لوگوں کو پانی پینے کی ممانعت کر دی تھی..... پھر تم نے پانی کیوں پیا؟ پھر جو اللہ نے چاہا آپ ﷺ نے انہیں کہہ دیا..... صحابہ کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی..... آپ ﷺ نے بعض صحابہ کو حکم دیا تو وہ ایک چھوٹے سے برتن میں چشمے سے پانی نکال لائے..... رسول اللہ ﷺ نے اس سے اپنے ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا..... پھر وہ پانی چشمے میں ڈال دیا..... جو نہی یہ مبارک پانی اس چشمے میں ملا تو چشمے سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑے..... لوگوں نے خوب پانی پیا..... اپنے برتن بھی بھر لیے..... پھر وضو بھی کیا..... رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بنی النضیرؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا: معاذ! اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں طویل زندگی دی تو تم دیکھو گے کہ اس چشمے کا پانی اس قدر وافر ہو جائے گا کہ کھیتوں اور باغات کو سیراب کرے گا۔<sup>1</sup>

1 صحیح مسلم، حدیث: 706، بعد حدیث: 2281.

## خندق والو! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم خندق کھود رہے تھے..... کھودتے کھودتے اچانک ایک سنگلاخ چٹان نکل آئی..... صحابہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے..... عرض کیا کہ ایک سخت پتھر رکاوٹ بن گیا ہے..... آپ ﷺ نے فرمایا: آؤ! میں خود تمہارے ساتھ چلتا ہوں..... آپ ﷺ اٹھے اور صحابہ کے ساتھ چل پڑے..... شدید بھوک کی وجہ سے آپ ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے..... تین دن سے ہم نے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا تھا..... آپ نے اسی حالت میں کدال پکڑ لی اور سنگلاخ چٹان پر ضرب لگائی..... وہ ریزہ ریزہ ہو گئی..... میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجیے..... آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی..... میں اپنے گھر پہنچا..... بیوی سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس قدر شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے کہ ان کی یہ حالت میری برداشت سے باہر ہے.....

بیوی نے کہا: گھر میں ایک صاع (دو کلو اور سو گرام) جو اور ایک بکری کا بچہ ہے..... میں نے فوراً وہ بچہ ذبح کیا..... اتنے میں بیوی نے آٹا گوندھ لیا..... میں نے گوشت ہانڈی میں ڈال دیا اور تیزی سے رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے لگا..... میری بیوی کہنے لگی: رسول اللہ ﷺ کو سب کے سامنے دعوت دے کر مجھے رسوا نہ کرنا..... میں جلدی جلدی گیا اور سب سے چھپ کر نہایت آہستہ آواز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! تھوڑا سا کھانا تیار ہے..... آپ ایک دو ساتھی لے کر میرے ساتھ تشریف لے چلیں اور کھانا تناول فرمائیں..... آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کھانا کتنا ہے؟ میں نے آپ کو کھانے کی مقدار بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: بہت ہے..... پھر آپ نے بلند آہنگی سے اعلان فرمایا: خندق والو! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے..... آؤ.....! سب آ جاؤ.....!!

پھر مجھ سے فرمایا: اپنی بیوی سے کہنا: جب تک میں نہ آ جاؤں اس وقت تک وہ چولہے سے ہانڈی اتاریں نہ تندور سے کوئی روٹی نکالیں..... رحمت عالم ﷺ کا اعلان سننے کی دیر تھی کہ تمام مہاجرین اور انصار اٹھ کھڑے ہوئے..... اور رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جابر رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چل دیے..... ادھر جابر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے نیک بخت! رسول اللہ ﷺ تو اپنے تمام ساتھیوں سمیت تشریف لا رہے ہیں..... وہ بولیں: اللہ تمہیں عقل دے! یہ تم نے کیا کیا؟.....

وہ کہنے لگے: اللہ کی بندی! میں نے تو اسی طرح کیا تھا جیسے تو نے کہا تھا.....

مگر جناب رسول اللہ ﷺ نے سب صحابہ کو دعوتِ ضیافت پر مدعو فرما لیا.....  
 جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے آٹا نکالا..... تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس میں  
 اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی..... پھر آپ ﷺ ہانڈی کی طرف  
 بڑھے، آپ ﷺ نے اس میں بھی لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا  
 فرمائی.....

پھر فرمایا: روٹیاں پکانے والی کو بلاؤ، وہ روٹیاں پکائے..... تم ہانڈی چولہے پر  
 ہی پڑی رہنے دو اور اس میں سے گوشت نکال کر پیالوں میں ڈالتے جاؤ.....  
 ہانڈی نیچے نہ اتارنا!..... ایک ہزار صحابہ کرام تھے..... اللہ کی قسم! تمام صحابہ نے  
 خوب جی بھر کے کھانا کھایا اس کے باوجود کھانا بیچ گیا..... ہماری ہنڈیا ابھی تک  
 سالن سے لبریز تھی اور اسی طرح اہل رہی تھی جس طرح آپ ﷺ کے آنے  
 سے پہلے اہل رہی تھی..... ادھر روٹیاں پکانے والی بھی بدستور روٹیاں پکا رہی  
 تھی..... نہ آٹے میں کچھ کمی آئی نہ سالن میں۔<sup>1</sup>

1 صحیح البخاری، حدیث: 4101، 4102.

## ابو ہریرہ! اور پی لو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں اپنے اکتساب معاش کا خیال کیے بغیر شب و روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چمٹا رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات کہیں اور میں اس سے محروم ہو جاؤں..... کبھی کبھی مجھے بھوک بہت ستاتی تھی..... حتیٰ کہ بعض دفعہ میں نڈھال ہو کر مسجد نبوی کے ستونوں کے پاس گر پڑتا تھا..... کوئی گزرنے والا وہاں سے گزرتا تو کہتا کہ ابو ہریرہ کو دورہ پڑ گیا ہے..... مگر اللہ کی قسم! مجھے دورہ نہیں پڑا ہوتا تھا..... بلکہ خالی پیٹ اور خشک آنتوں پر جسم سنبھالنا دشوار ہو جاتا تھا..... بھوک کی شدت کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا.....

ایک دن میری بھوک انتہائی شدت اختیار کر گئی اور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گزرگاہ پر بیٹھ گیا..... ابو بکر رضی اللہ عنہ گزرے..... میں کھڑا ہو گیا اور انھیں روک

لیا..... پھر قرآن مجید کی اس آیت کے بارے میں پوچھا جس میں بھوکوں کو کھانا کھلانے کا ذکر ہے..... میرا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ مجھے ساتھ لے جائیں اور کھانا کھلائیں..... لیکن وہ میرا مقصد نہ سمجھ پائے اور آگے بڑھ گئے..... میں ناامید ہو کر بیٹھ گیا..... تھوڑی دیر بعد عمر رضی اللہ عنہ گزرے..... میں نے ان سے بھی یہی آیت پوچھی..... میرا مطلب یہی تھا کہ وہ میرا مقصد سمجھ جائیں اور مجھے کھانا کھلانے کے لیے ساتھ لے چلیں..... لیکن وہ بھی نہ سمجھ سکے اور آگے چل پڑے..... میں پھر مایوس ہو کر بیٹھ گیا..... تھوڑی ہی دیر میں ابو القاسم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے..... جوں ہی آپ ﷺ کی نگاہ مبارک مجھ پر پڑی آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر دلآویز مسکراہٹ پھیل گئی.....

جو کچھ میرے چہرے سے عیاں تھا اور جو کچھ میرے دل میں تھا، آپ ﷺ ساری صورت حال فوراً بھانپ گئے..... آپ ﷺ نے مجھے بلایا: اے ابو ہریرہ!..... میں نے عرض کیا: بلیک یا رسول اللہ! ارشاد فرمایا: آؤ چلیں..... اتنا کہہ کر آپ چل دیے..... میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہولیا..... آپ اپنے

گھر میں داخل ہوئے..... میں نے بھی اجازت مانگی..... آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی تو میں اندر چلا گیا..... آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا..... دریافت فرمایا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ جواب ملا: کسی نے آپ کو ہدیہ پیش کیا ہے..... فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! فرمایا: اصحاب صفہ کے پاس جاؤ اور انھیں بلا لاؤ.....

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے..... وہ دور دراز کے علاقوں سے اسلام کی تعلیمات سیکھنے آئے تھے..... یہاں ان کا کوئی اہل و عیال تھا نہ مال و متاع..... جب آپ ﷺ کے پاس صدقے کا مال آتا تو آپ وہ سارے کا سارا اصحاب صفہ کو بھیج دیتے تھے..... خود کچھ بھی نہ لیتے تھے..... اور جب کوئی ہدیہ پیش کرتا تو آپ ﷺ اصحاب صفہ کو بلا بھیجتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر ماحضر تناول فرماتے..... جب آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ تو میرے چھکے چھوٹ گئے..... میں نے دل میں سوچا کہ یہ ایک مختصر سا دودھ کا پیالہ ہے اور اصحاب صفہ خاصی تعداد میں ہیں..... بھلا ہم سب کا اتنے سے دودھ سے کیا بنے گا؟ مناسب تو یہی تھا کہ تنہا میں ہی یہ سارا دودھ ایک ہی گھونٹ میں پی لیتا..... اس طرح میرے کمزور بدن میں کچھ تو جان آجاتی..... اصحاب صفہ آجائیں گے اور رسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیں گے: چل ابو ہریرہ! ان سب کو دودھ پلانا شروع کر دے تو میں ایک ایک کر کے سب کو دیتا جاؤں گا..... اس طرح میری باری آنے تک پیالے میں دودھ کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں بچے گا..... مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کے سوا کوئی



چارہ نہیں..... میں اٹھا، اصحاب صفہ کے پاس گیا..... میرے بلانے پر وہ سب چلے آئے..... آپ ﷺ سے گھر آنے کی اجازت مانگی..... آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی..... سب آ کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے..... آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: لَبِیک یا رسول اللہ! فرمایا: پیالہ لو اور سب کو پلانا شروع کر دو..... میں نے پیالہ اٹھایا اور پلانا شروع کر دیا..... پہلے کو دیا، اس نے خوب پیا، سیر ہو گیا تو پیالہ مجھے لوٹا دیا..... میں نے دوسرے کو دیا، اس نے بھی جی بھر کے پیا اور پیالہ لوٹا دیا..... پھر تیسرے کو دیا، اس نے بھی خوب پیا اور پیالہ مجھے واپس دے دیا..... دودھ پلاتے پلاتے میں رسول اللہ ﷺ تک پہنچا..... تمام اہل صفہ اچھی طرح جی بھر کے دودھ پی چکے تھے.....

اب آپ ﷺ نے پیالہ اپنے دست مبارک میں تھام لیا..... میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے کہا: لَبِیک یا رسول اللہ! فرمایا: اب صرف میں اور تم بچ گئے ہو.....

باقی سب نے پی لیا ہے..... میں نے کہا: صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! اللہ کے رسول! آپ نے سچ فرمایا..... ارشاد ہوا: چلو تم بھی بیٹھ جاؤ اور دودھ پی لو..... میں نے بیٹھ کر پینا شروع کر دیا..... جب میرا جی بھر گیا تو پیالہ واپس دینے لگا، فرمایا: ابو ہریرہ! اور پی لو..... میں نے اور پیا..... فرمایا: ابو ہریرہ! اور پی لو..... میں نے اور پی لیا..... آپ ﷺ اس طرح فرماتے رہے: ابو ہریرہ! اور پی لو..... ابو ہریرہ! اور پی لو..... حتیٰ کہ میں نے عرض کیا: بس! یا رسول اللہ! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! بس!..... اب میرے پیٹ میں ایک گھونٹ کی گنجائش بھی نہیں..... آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا! اب مجھے دے دو..... میں نے وہ پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا..... آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر باقی بچا ہوا دودھ نوش فرمایا۔<sup>1</sup>

1 صحیح البخاری، حدیث: 6 4 5 2. وَالْفَاظَةُ مُخْتَلِفَةٌ، وَشَعْبُ الْإِيمَانِ لِلْبِيهَقِيِّ:

## فرشتوں کے ذریعے غیبی نصرت

### فرشتے باڈی گارڈ بن گئے

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جنگ احد کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں دو سفید پوش جواں مرد دیکھے..... وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ناقابل تسخیر طوفان کی طرح لڑ رہے تھے..... میں نے انھیں اس دن سے پہلے کبھی دیکھا نہ اس دن کے بعد کبھی دیکھا..... وہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔<sup>1</sup>

ہم آپ کا مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں!

گستاخان ناموس رسالت کا عبرت ناک انجام!

کفارِ قریش کے بدکردار لوگوں کا ایک گروہ تھا..... یہ مذموم لوگ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے، آپ کا مذاق اڑانے اور آپ ﷺ کو ایذا میں پہنچانے میں سب سے پیش پیش تھے..... ان کے نام یہ ہیں:

- 1] ولید بن مغیرہ
- 2] اسود بن مطلب
- 3] اسود بن عبد یغوث
- 4] حارث بن عیطل
- 5] عاص بن وائل سہمی۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے..... آپ نے متذکرہ افراد کی تکلیفوں سے تنگ آ کر جبریل سے ان کی شکایت کی..... کچھ دیر بعد وہاں سے ولید گزرا..... جبریل علیہ السلام نے اس کی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: میں اس کے لیے کافی ہوں..... پھر اسود بن مطلب نظر آیا..... جبریل علیہ السلام نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: میں اس کے لیے کافی ہوں..... پھر اسود بن عبد یغوث سامنے آیا..... جبریل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: میں اس کے لیے کافی ہوں..... پھر حارث بن عیطل دکھائی دیا..... جبریل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: میں اس کے لیے کافی ہوں پھر عاص بن وائل وہاں سے گزرا..... جبریل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کے

تلوے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: میں اس کے لیے کافی ہوں.....  
 چند دن ہی بیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لینا شروع کر دیا..... ان  
 پر اسی طرح مصیبتیں نازل ہونے لگیں جس طرح جبریل علیہ السلام نے بیان کی  
 تھیں.....

ولید سڑک پر جا رہا تھا..... وہ خزاعہ قبیلے کے ایک شخص کے پاس سے گزرا جو  
 اپنا تیرکمان ٹھیک کر رہا تھا..... اچانک اس کے ہاتھ سے تیر چھوٹ گیا اور ولید کی  
 انگلی پر جا لگا..... اس کی انگلی کٹ گئی..... وہ چند دن اسی زخم کی تکلیف سے تڑپتا  
 رہا اور مر گیا۔

اسود بن مطلب اندھا ہو گیا..... ہوا یوں کہ ایک دن وہ اپنے بچوں کے  
 ساتھ درخت کے نیچے بیٹھا تھا..... اچانک وہ چیخنے لگا: میرے بچو! مجھے بچالو!  
 میں مر جاؤں گا..... اس کے بیٹوں نے کہا: ہمیں تو کوئی نظر نہیں آ رہا..... اس  
 نے پھر کہا: میں ہلاک ہو جاؤں گا..... اسے روک لو..... وہ میری آنکھوں میں  
 کانٹے چھونے لگا ہے..... وہ اسی طرح چلاتا اور فریاد کرتا رہا..... اس کے بچے  
 یہی جواب دیتے رہے کہ ہمیں تو کوئی فرد دکھائی نہیں دے رہا..... بالآخر اس کی  
 آنکھیں بینائی سے محروم ہو گئیں..... اور وہ اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر مر  
 گیا.....

اسود بن عبد یغوث کے سر میں بڑے بڑے پھوڑے نکل آئے..... اور سارا  
 سر زخموں کی آماجگاہ بن گیا..... وہ اسی مرض میں مبتلا رہ کر ہلاک ہو گیا.....  
 حارث بن عیطل کے پیٹ میں زرد رنگ کا پانی بھر گیا..... اس کا پیٹ پھول

کرگیا ہو گیا..... اور اس کا پاخانہ اس کے منہ سے نکلنے لگا..... وہ بھی اسی بیماری کو جھیلے جھیلے ہلاک ہو گیا.....

باقی بچا عاص بن وائل تو اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا..... اچانک اس کے گدھے نے ایک کانٹے دار جھاڑی پر اپنے گھٹنے ٹیک دیے..... وہاں اُس کے پاؤں میں ایک بہت بڑا کانٹا چبھ گیا..... وہ اسی کانٹے کے زہر سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔<sup>2</sup>

یوں ایک ایک کر کے سبھی گستاخ اپنے عبرتناک انجام تک جا پہنچے..... اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾

”بلاشبہ ہم ٹھٹھا کرنے والوں کے مقابلے میں آپ کے لیے کافی ہیں۔“<sup>3</sup>

1 صحیح مسلم، حدیث: 2306. 2 السنن الكبرى للبيهقي: 8/9، نحوه. 3 الحجر 95:15.

إنا كفيناك  
المستهزئين



## کفار کے گروہوں پر آندھیاں اور طوفان

جنگِ احزاب میں ہزاروں کفار جمع ہو گئے..... یہ لوگ مسلمانوں کے دشمن تھے؟ اور مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے ناپاک ارادے سے آئے تھے..... رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے کفار کو ناکام بنانے کے لیے حتی المقدور اقدامات کیے اور جو کچھ بس میں تھا کر گزرے..... یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے دوستوں کی مدد فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کو ان کے ناپاک عزائم سمیت پیوندِ زمین کر دیتا ہے..... نہ ان کی موت پہ آسمان آنسو بہاتا ہے اور نہ ان کے غم میں زمین سسکیاں بھرتی ہے..... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ط﴾

”پھر ہم نے ان پر آندھی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔“<sup>1</sup>

جنگِ احزاب میں اللہ نے کفار پر ایسا طوفان بھیجا جس نے ان کی آگ بجھا دی..... ان کی ہانڈیاں الٹ دیں..... ان کے خیمے اور جھونپڑیاں اکھاڑ ڈالیں..... ان کی عمارتوں کو کھنڈر بنا دیا..... ان کے گھوڑوں کو بھگا دیا..... ان کے اونٹ منتشر کر دیے..... اور اس رب ذوالجلال نے ان پر اپنے فرشتوں کا اتنا بڑا لشکر دوڑا دیا جنہیں آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں..... ان کے مقابلے میں آنے



والے بڑے بڑے لشکروں کے قدم اکھڑ جاتے تھے..... انہوں نے اُن دشمنانِ اسلام پر حملہ کر کے انہیں ہلا ڈالا..... ان کا شیرازہ بکھیر دیا..... انہیں کہیں کا نہ چھوڑا..... وہ جہاں سے آئے تھے وہیں بھاگنے پر مجبور ہو گئے..... مدینہ طیبہ سے ان کا گھیراؤ ختم ہو گیا..... اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان جتلاتے ہوئے اس داستان کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ط وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾

”اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضل کو یاد رکھو کہ جب تم پر فوجیں چڑھ دوڑیں تو ہم نے ان پر شدید آندھی بھیجی۔ فوجیں بھی بھیجیں جو تمہیں نظر نہیں آئیں۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔“<sup>2</sup>

1 الأحزاب 9:33. 2 الأحزاب 9:33.

## بارش کے ذریعے نصرت

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم فرمایا..... اس موقع پر اللہ کے حکم سے بڑے حیران کر دینے والے معجزے اور مبہوت کر دینے والی کرامتیں ظہور میں آئیں.....

اس جنگ میں مسلمان مجاہدین کی تعداد بھی بہت کم تھی..... جنگی ساز و سامان اور جملہ ہتھیار بھی بہت تھوڑے تھے..... کسی کے پاس زرع تھی تو تلوار نہیں تھی..... کسی کے پاس تلوار تھی تو دشمن سے بچاؤ کے لیے ڈھال نہیں تھی..... اس کے برعکس مشرکین مکہ تعداد اور ہتھیاروں میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھے..... وہ جنگ و جدل کے حربوں میں بھی بڑے ماہر تھے..... لڑائی کا فن اُن کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا.....

جب مشرکین بدر کے مقام پر پہنچ گئے تو انہوں نے پختہ اور ہموار زمین پر ڈیرے ڈال دیے..... مسلمان وہاں پہنچے تو انہیں وہ علاقہ میسر آیا جہاں مٹی اور ریت کے اتنے بڑے بڑے ڈھیر تھے کہ پاؤں اندر دھنس جاتے تھے..... مسلمان بہت پریشان ہوئے..... مگر اللہ تعالیٰ نے اسی وقت بارش نازل فرما دی..... اس طرح جس زمین پر مسلمان تھے، اس کی مٹی جم گئی اور زمین پختہ ہو گئی..... یوں مسلمانوں کے قدم جم گئے اور ان کے دل سے شیطان کے ڈالے

ہوئے وسوسے نکل گئے..... مسلمانوں نے جی بھر کے پانی پیا..... غسل کیا..... اس طرح وہ بالکل تروتازہ اور ہشاش بشاش ہو گئے..... بارش مسلمانوں کے لیے رحمت اور مشرکین کے لیے زحمت بن گئی..... دشمنانِ اسلام کے قدم لڑکھڑانے لگے..... کیونکہ جس زمین پر وہ قابض تھے وہ شور والی زمین تھی..... وہ پانی پڑتے ہی کچھڑ بن گئی..... انھیں شدید مشقت اور دشواری کا سامنا کرنا پڑا..... جبکہ مسلمانوں کی زمین بارش کا پانی پی کر بہت مضبوط اور خوشنما بن گئی..... اور یہاں گرد و غبار کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا..... اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

﴿إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنزِلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيَطَهِّرَکُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِکُمْ وَيُنْثَبِتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝﴾

”اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تمہیں چین دینے کے لیے اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اور تم پر آسمان سے بارش برسا رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے تمہیں پاکیزگی عطا فرمائے۔ اور تمہارے (دل) سے شیطان کے وسوسے دور کر دے تاکہ اس طرح تمہارے دل مضبوط کر دے اور تمہارے قدم جمادے۔“<sup>1</sup>

## اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا انگ انگ نوچ لیتے

اللہ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کی حفاظت، نبوت کی سچائی کی دلیل ہے۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری خود اٹھائی ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿فَأَصْدَعُ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضُ عَنِ الْبُشْرِكِينَ ○ إِنَّا كَفَيْنَاكَ  
الْمُسْتَهْزِئِينَ ○ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ  
يَعْلَمُونَ ○﴾

”پس (اے نبی!) تمہیں جو حکم ملا ہے اُسے آشکارا طور پر سنا دو اور مشرکوں سے اعراض کرو۔ ہم ان مذاق اڑانے والوں سے جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود شریک کرتے ہیں تمہاری طرف سے نمٹنے کے لیے کافی ہیں۔ سو وہ عنقریب جان لیں گے۔“<sup>1</sup>

اس کی ایک مثال وہ واقعہ ہے جو اس امت کے فرعون ابو جہل کے ساتھ پیش آیا..... ابو جہل انتہائی درجے کا متکبر، ظالم اور سرکش تھا..... ایک دن وہ اپنے ساتھیوں کے پاس کعبہ پہنچا اور ان سے کہنے لگا: کیا محمد (ﷺ) اپنا خاک آلودہ چہرہ لے کر تمہارے سامنے نکلتا ہے..... انھوں نے کہا: ہاں!..... ابو جہل طیش میں آگیا..... کہنے لگا: قسم ہے لات اور عزیٰ کی! اگر میں نے اس کو یہاں

سے گزرتے ہوئے دیکھا تو میں اسے نیچے گرا کر اس کی گردن پر چڑھ جاؤں گا..... اور اس کی گردن کو روندتا اور کچلتا رہوں گا..... وہ تباہ و برباد ہو جائے کتنا قبیح چہرے والا اور کتنا بد اخلاق ہے..... ابھی وہ یہ خرافات بک ہی رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ وہاں سے گزرے..... آپ ﷺ نے اطمینان کے ساتھ کعبہ کے قریب کھڑے ہو کر ”اللہ اکبر“ کہا اور نماز شروع کر دی..... آپ ﷺ نے اپنی پیشانی بارگاہ الہی میں ٹکا کر سجدہ کیا اور گڑگڑا کر دُعائیں کرنے لگے.....

ابو جہل کے لیے یہ منظر ایک چیلنج تھا..... کیونکہ وہ ابھی ابھی اپنے ساتھیوں کے سامنے قسم کھا کر کہہ چکا تھا کہ میں محمد (ﷺ) کا ایسا حشر کروں گا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا..... وہ اکڑ کر اپنے پاؤں کو زور سے زمین پر مار کر چلتا ہوا آگے بڑھا..... وہ سمجھتا تھا کہ میں آرام سے محمد (ﷺ) کی گردن پر چڑھ کر انھیں کچل ڈالوں گا..... کیونکہ آپ ﷺ سجدہ ریز تھے..... وہ نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک چیختا ہوا اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے اپنے منہ سے کسی چیز کو پرے ہٹاتا ہوا واپس بھاگا..... وہ ساتھیوں کے پاس پہنچا تو

سخت پسینے میں شرابور تھا..... اور اس کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا..... اس کے ساتھیوں نے اس کی اڑی اڑی رنگت دیکھی تو پوچھا: ابو جہل! کیا ہوا؟  
اس نے کتے کی طرح زبان باہر نکال دی اور ہانپتے ہوئے بولا: میرے اور محمد (ﷺ) کے درمیان آگ کی خندق اور پروں والی کوئی دہشت انگیز مخلوق آگئی..... وہ طوفان کی طرح مجھ پر جھپٹی اور مجھے انتہائی خوفزدہ کر گئی.....  
نبی کریم ﷺ نے جب اپنی نماز پوری کی تو فرمایا:

«لَوْ دَنَا مِنِّي ..... لَا خَتَطَفْتُهُ الْمَلَائِكَةُ ..... عُضْوًا ..... عُضْوًا»

”اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا انگ انگ نوچ لیتے (اور اس کے ایک ایک عضو کے ٹکڑے کر کے مکہ کی گلیوں میں پھینک دیتے۔)“<sup>2</sup>

اسی وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ اَرَعَيْتَ الَّذِي يَنْهَى ○ عَبْدًا اِذَا صَلَّى ○ اَرَعَيْتَ اِنْ كَانَ عَلٰى الْهُدٰى ○  
اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ○ اَرَعَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلٰى ○ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ○  
كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ○ نَاصِيَةٍ كٰذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ○ فليُدْعُ  
نَادِيَهُ ○ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ○ كَلَّا لَا تَطْعُهُ وَاَسْجُدْ وَاَقْتَرِبْ ○﴾

”کیا آپ نے اسے دیکھا جو منع کرتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے؟ بھلا دیکھ تو اگر وہ (بندہ) ہدایت پر ہو۔ یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو؟ بھلا دیکھ تو اگر وہ (حق کو) جھٹلاتا اور (اس سے) منہ موڑتا ہو؟ کیا

وہ نہیں جانتا کہ بے شک اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہرگز نہیں! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر ضرور گھسیٹیں گے۔ پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔ چنانچہ اسے چاہیے کہ وہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے۔ یقیناً ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔ ہرگز نہیں! آپ اس کی اطاعت نہ کریں اور سجدہ کریں اور اللہ کا قرب حاصل کریں۔“<sup>3</sup>

1 الحجر: 94-96-2 صحیح مسلم، حدیث: 2797. 3 العلق: 96-9-19.

## رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کرنے والا خود گرفتار ہو گیا

رسول اللہ ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو اس دوران یہ واقعہ بھی پیش آیا..... قریش نے محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پکڑ لانے والے کے لیے بڑے بڑے گرانقدر انعامات مقرر کر دیے..... بہت سے لوگ دل ہی دل میں ان انعامات کے لالچ میں مبتلا ہو گئے..... چنانچہ کئی افراد آپ ﷺ کے تعاقب میں نکلے..... نکلنے والوں میں سراقہ بن مالک بھی شامل تھا..... وہ آپ ﷺ کی تلاش میں نکلا..... اس نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ تک پہنچنے کے لیے اڑھی چوٹی کا زور لگا دیا..... وہ گھوڑے پر اڑتا چلا جا رہا تھا اور آپ ﷺ کے قریب تر ہوتا جا رہا تھا..... جب وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم پکڑے گئے..... آپ نے فرمایا:

﴿ لَا تَحْزَنَنَّ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ﴾

” (ابو بکر! پریشان کیوں ہوتے ہو؟) غم نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔“<sup>1</sup>

پھر رسول اللہ ﷺ نے سراقہ کے لیے بددعا کی..... اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اچانک اس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں اس طرح دھنس گئیں کہ اس کے گھوڑے کا پیٹ زمین کی سطح سے جا لگا..... سراقہ نے اس مصیبت سے چھٹکارا



پانے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے..... مگر وہ ناکام رہا..... پھر اس نے نبی کریم ﷺ سے فریاد کی: میں جانتا ہوں کہ آپ نے میرے لیے بددعا کی ہے..... اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے اس مصیبت سے رہائی عطا فرمائے..... اس نے مزید کہا کہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی طرف آنے والے ہر طوفان کے سامنے ناقابل تسخیر چٹان بن کر کھڑا ہو جاؤں گا اور آپ تک کسی کو بھی نہیں پہنچنے دوں گا..... آپ ﷺ نے دعا فرمائی..... اللہ نے اسے نجات عطا فرمائی..... سراقہ مکہ کی طرف واپس چلا گیا..... راستے میں اسے جو بھی ملتا تھا، وہ اسے کہہ دیتا تھا کہ ادھر جانے کی ضرورت نہیں، میں دور تک ہو کر آ رہا ہوں، وہاں تمہیں کوئی نہیں ملے گا..... وہ آپ ﷺ کو ڈھونڈنے والے افراد سے یہی کہتا رہا کہ محمد ﷺ کو ادھر مت ڈھونڈو..... کسی اور طرف چلے جاؤ اور وہاں تلاش کرو۔<sup>2</sup>

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو ان کے ناپاک ارادوں سے بچا لیا کیونکہ اس کا

وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدے میں سچا ہے کہ

﴿وَاللَّهُ يَعْصِبُكَ مِنَ النَّاسِ﴾

”اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔“<sup>3</sup>

سراقہ بعد میں ابو جہل سے مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھا کرتا تھا:

أَبَا حَكَمٍ! وَاللَّهِ! لَوْ كُنْتُ شَاهِدًا  
لَأَمْرٍ جُوَادِيٍّ إِذْ تَسِيخُ قَوَائِمُهُ  
عَجِبْتُ وَلَمْ تُشَكِّكَ بِأَنَّ مُحَمَّدًا  
نَبِيٌّ وَرَبُّهَا فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهُ  
عَلَيْكَ بِكُفِّ النَّاسِ عَنِّي لِأَنِّي  
أَرَى أَمْرَهُ يَوْمًا سَتَبْدُو مَعَالِمُهُ  
بِأَمْرِ يَوَدُّ النَّصْرُ فِيهِ بِالْبَيْهَا  
لَوْ أَنَّ جَمِيعَ النَّاسِ طَرًا يُحَارِبُهُ

”ابو الحکم! اللہ کی قسم! اگر تو اس وقت موجود ہوتا جب میرے تیز رفتار گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے تو تو دریائے حیرت میں ڈوب جاتا..... اور تو اس حقیقت پر کبھی شک نہ کرتا کہ بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے سچے نبی اور اس کی حجت ہیں..... تو پھر بھلا کس کی جرأت ہے کہ ان کا مقابلہ کر سکے..... تجھ پر لازم ہے کہ تو لوگوں کو ان کے راستے میں کانٹے بچھانے سے روک دے کیونکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا

ہوں کہ وہ دن طلوع ہو کر رہے گا جس دن کائنات کے ایک ایک کونے  
 میں ہر طرف حضرت محمد ﷺ کے پرچم لہرا رہے ہوں گے..... ان کی  
 فتح و نصرت کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی..... اگر سب کے سب  
 لوگ جمع ہو کر ان کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں تو مدد خود اپنی  
 جماعت سمیت ان کی نصرت کے لیے آجائے گی۔“ حضرت سراقہ بن  
 مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ 8 ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے  
 تھے۔<sup>4</sup>

1 التوبة 9:40. 2 صحيح البخاري، حديث: 3615، بألفاظ مختلفة. 3 المائدة  
 5:67. 4 دلائل النبوة للبيهقي: 4/489، وأخبار مكة للفاكهي: 4/85، والإصابة:  
 36/5.

## تمہیں میرے ہاتھوں کون بچائے گا؟

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک غزوے کے لیے تشریف لے گئے..... واپسی پر راستے میں ایک وادی میں پڑاؤ ڈالا..... لوگ ادھر ادھر درختوں کی چھاؤں میں سو گئے..... رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک درخت کی ٹہنی پر اپنی تلوار لٹکائی اور اس کے سائے میں آرام فرمانے لگے..... آپ ﷺ خوابیدہ حالت ہی میں تھے کہ اچانک ایک مشرک مسلمانوں کا تعاقب کرتے کرتے رسول اللہ ﷺ تک آپہنچا..... وہ آپ ﷺ کے سرہانے کھڑا ہو گیا..... وہ مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے بے تاب تھا..... اس نے درخت پر لٹکی ہوئی تلوار اتار لی اور رسول اللہ ﷺ کے سر پر تلوار تان کر بولا: اے محمد! تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟..... آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی، دیکھا کہ ایک شخص تلوار سونت کر رو برو کھڑا ہے..... آپ ﷺ کے صحابہ ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے..... ادھر اس مشرک کے چہرے سے غیظ و غضب کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں..... وہ انتقام کی آگ بجھانے کے لیے سب کچھ کر گزرنے کو تیار تھا..... وہ کسی مہذب گفتگو کا آدمی نہیں تھا..... وحشی تھا..... صلح صفائی کے تصور سے بالکل نا آشنا تھا..... وہ رہ رہ کر یہی کہہ رہا تھا: «مَنْ..... يَمْنَعُكَ..... مِنْنِي؟» ”اب تمہیں میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟“..... تمہارا کوئی حمایتی ہے تو اسے بلاؤ.....

آپ ﷺ نے لیٹے ہی لیٹے نہایت  
 اطمینان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے بچائے گا.....  
 لبِ مبارک سے ان مقدس الفاظ کے نکلنے کی  
 دیر تھی کہ اُس شخص پر لرزہ طاری ہو گیا..... وہ  
 اس قدر کپکپایا کہ اس کے کانپتے ہوئے ہاتھ  
 سے تلوار گر پڑی..... آپ ﷺ فوراً کھڑے  
 ہو گئے..... تلوار اٹھائی اور فضا میں لہرا کر  
 دریافت فرمایا: «مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي» ”اب بولو  
 تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟“

مشرک کا رنگ نیلا پیلا ہو گیا..... جب وہ  
 آیا تھا تو جوشِ انتقام سے اُس کا خون کھول رہا  
 تھا..... اب اُسے اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا  
 محسوس ہوا..... وہ پسینے میں شرابور ہو گیا.....  
 آنکھیں پتھرا گئیں..... سوچنے لگا کہ اب کیا  
 کہوں؟ لات و عڑی کو پکاروں..... مگر اب  
 لات و عڑی کہاں بچا سکتے تھے؟ اسے کوئی  
 مددگار نظر نہ آیا تو منت سماجت سے کہنے لگا:  
 آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں بچا سکتا..... آپ  
 ہی مہربانی فرمائیں..... مجھے بخش دیں!.....

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہو؟ وہ بولا: میں مسلمان تو نہیں ہو سکتا..... مگر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اب آپ کے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے کبھی نہیں آؤں گا..... نہ کبھی اس قوم کا ساتھ دوں گا جو آپ کے خلاف لڑے گی..... یہ شخص اپنی قوم کا بادشاہ تھا..... آپ ﷺ نے اسے معاف فرما دیا..... وہ اپنی قوم کی طرف واپس چلا گیا..... پھر چند دن ہی گزرے تھے کہ یہ شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو کر صحابی رسول بن گیا۔<sup>1</sup>

1 صحیح البخاری، حدیث: 2910، وصحیح مسلم، حدیث: 843.

## گستاخِ رسول ﷺ کو قبر نے بھی قبول نہ کیا

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک عیسائی تھا..... اس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا..... اس کے دل میں نفاق تھا، بظاہر اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا..... اس نے سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھ لی..... یہ شخص پڑھتا بھی تھا اور بسا اوقات قرآن مجید لکھتا بھی تھا..... کچھ دنوں بعد اس نے ظاہری اسلام کو بھی چھوڑ دیا..... عیسائیت اپنی لی اور اہل کتاب سے جاملا..... پھر اس نے نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف گھٹیا الفاظ استعمال کرنے اور قرآن مجید میں شکوک و شبہات پیدا کرنے شروع کر دیے..... وہ کہنے لگا: محمد (ﷺ) صرف

وہی کچھ جانتے ہیں جو میں نے ان کے لیے لکھا ہے..... انھیں اور کچھ نہیں آتا..... رسول اللہ ﷺ نے جب اس کی یہ غداریاں دیکھیں تو اللہ سے التجا کی: ”اے اللہ! اسے لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دے.....“

ابھی تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ اچانک موت نے اسے آن لیا..... اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے..... وہ جسے پکڑنے پر آتا ہے تو وہاں سے پکڑتا ہے جہاں سے اُس بندے کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا..... بہر حال وہ مر گیا..... اس کے ساتھیوں نے

اسے دفن کر دیا..... صبح ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ زمین نے اسے باہر نکال پھینکا ہے..... کہنے لگے: یہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے..... کیونکہ اس نے ان کا مذہب چھوڑ دیا تھا تو اس جرم کی پاداش میں انھوں نے اس کی قبر اکھاڑ دی ہے..... پھر انھوں نے پوری طاقت لگا کر گہری قبر کھودی اور اسے دفن کر دیا..... صبح ہوئی..... وہ اس کی قبر پر گئے..... دیکھا کہ اس شخص کی لاش پھر قبر سے باہر بے گور و کفن پڑی ہے..... وہ کہنے لگے: محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں نے اسے پھر قبر سے باہر نکال پھینکا ہے..... اب کی بار انھوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر گہرا گڑھا کھودا اور اس کی لاش کو اچھی طرح دبا کر اوپر سے منوں مٹی کا ڈھیر لگا دیا..... صبح ہوئی..... انھوں نے دیکھا کہ اس کی لاش پھر بے گور و کفن پڑی ہے..... اب انھیں محسوس ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے..... چنانچہ وہ اسے اسی طرح بے گور و کفن چھوڑ کر چلتے بنے۔<sup>1</sup>

پھر اس کی لاوارث لاش کو کتے آ کر سونگھتے اور اس پر پیشاب کرتے رہے..... درندے اس کے بدن کو نوچتے رہے..... اور پرندوں نے اس کی بوٹیاں ریزہ ریزہ کر کے فضا میں اچھال دیں..... اللہ نے سچ فرمایا ہے:

﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝﴾

”بلاشبہ ہم ٹھٹھا کرنے والوں کے مقابلے میں آپ کے لیے کافی ہیں۔“<sup>2</sup>

1 صحیح البخاری، حدیث: 3617. 2 الحجر 15:95.



## رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی مذموم سازش

مدینے میں یہودیوں کے تین قبیلے تھے: بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع.....  
نبی کریم ﷺ اور ان قبائل کے درمیان معاہدہ تھا کہ مقتولین کی دیت ادا کرنے  
اور دیگر مسائل میں ایک دوسرے سے تعاون کریں گے..... اور مظلوموں کو اُن کا  
حق دلانے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے.....

ہوایوں کہ بنو عامر قبیلے کے دو آدمی صحابی عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں غلطی  
سے قتل ہو گئے..... رسول اللہ ﷺ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان مقتولین کی دیت  
کی ادائیگی کے لیے تعاون لینے کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے  
گئے..... کیونکہ ان مقتولین کے قبیلے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ تھا..... اس  
لیے غلطی سے قتل ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے دیت کی ادائیگی کو ضروری  
سمجھا..... جب آپ ﷺ بنو نضیر کے یہودیوں کے پاس پہنچے اور ان سے مطالبہ  
کیا کہ مقتولین کو دیت دینے کے لیے ہمارے ساتھ تعاون کریں..... ان لوگوں  
نے کہا: جی ہاں! جناب ابوالقاسم! ہم آپ کے اس مطالبے کے سلسلے میں آپ  
کی مدد ضرور کریں گے..... لیکن دھوکا اور دغا بازی تو یہودیوں کی رگ رگ میں  
سمائی ہوئی ہے.....

انہوں نے آپ ﷺ کو دیوار کی چھاؤں میں بٹھا دیا اور یہ جھانسنے دے کر کہ ہم دیت کے لیے مال جمع کرنے چلے ہیں، وہاں سے غائب ہو گئے..... دور جا کر یہ لوگ اکٹھے ہوئے اور آپس میں کہنے لگے: دیکھو! ایسا موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا..... ایسا کرنا چاہیے کہ کوئی اس گھر کی چھت پر چڑھ جائے جس کی دیوار کے سائے میں محمد (ﷺ) بیٹھے ہوئے ہیں..... وہ چھت سے ایک بھاری پتھر محمد (ﷺ) پر گرا دے..... اس طرح محمد (ﷺ) کا کام تمام ہو جائے گا اور ہم سکھ کا سانس لیں گے..... اس مذموم ترین جرم کے ارتکاب کے لیے ایک بد بخت یہودی آمادہ ہو گیا..... اس بد بخت کا نام عمرو بن جحاش تھا..... وہ اس مکان کی چھت پر چڑھ گیا جس کی دیوار سے جناب رسول اللہ ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے..... اس نے بھاری پتھر اٹھا رکھا تھا اور آگے بڑھتا جا رہا تھا..... ادھر آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بات چیت میں مصروف تھے..... عمرو بن جحاش کے قدم تیز ہو گئے..... اسے کیا خبر تھی کہ اس عظیم اور محترم ترین ہستی ﷺ کی حفاظت وہ قادر مطلق کر رہا ہے جس کی نگاہ سے ایک ایک پتے کی حرکت بھی پوشیدہ نہیں، جو دل کی دھڑکنوں اور سمندر کی تہہ میں پڑے ہوئے ذرات تک سے بہ تمام و کمال باخبر ہے۔

﴿وَمَكْرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ خَيْرُ الْبَاكِرِينَ ۝﴾

”اور انہوں نے خفیہ چالیں چلیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا خفیہ توڑ کیا۔ اور اللہ بہترین توڑ کرنے والا ہے۔“<sup>1</sup>

وَمَكُرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ  
وَاللَّهُ فِيرُ الْمَكْرِينِ



ایک طرف یہ قاتلانہ اقدام کرنے کے لیے یہودیوں کی سازش جاری تھی..... دوسری طرف خالق کائنات نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو یہودیوں کے ناپاک ارادے سے مطلع فرما دیا..... آپ ﷺ اچانک وہاں سے اٹھے اور مدینے کی طرف چل دیے..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہودیوں کے انتظار میں اپنی اپنی جگہ بدستور بیٹھے رہے..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ آپ ﷺ کسی ہنگامی ضرورت کے لیے تشریف لے گئے ہیں اور تھوڑی دیر میں واپس آجائیں گے..... جب خاصی دیر تک آپ ﷺ واپس تشریف نہ لائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے..... انھیں مدینے سے آتا ہوا ایک شخص ملا..... اس سے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے..... وہ بولا: جی ہاں! میں نے آپ ﷺ کو مدینے میں داخل ہوتے دیکھا ہے..... صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے واپس آجانے پر بہت حیران ہوئے..... وہ مدینے پہنچے اور آپ ﷺ سے واپس تشریف لے آنے کی وجہ پوچھی..... آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس وحی آئی تھی کہ یہودی آپ سے غداری کرنے والے ہیں..... چنانچہ میں وہاں سے پلٹ آیا..... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور بنو نضیر کے یہودیوں کے درمیان جنگ ہوئی..... آپ ﷺ نے خاصے دنوں تک ان کا محاصرہ کیے رکھا حتیٰ کہ انھیں مدینے سے نکال باہر کیا.....<sup>2</sup>

1 آل عمران 3:54. 2 دلائل النبوة للبيهقي: 3/354,355.

## رسول اللہ ﷺ کی دعا کا زیورِ قبولیت سے آراستہ ہونا

### حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے لیے دعا

رسول اللہ ﷺ انتہائی مستجاب الدعوات تھے..... ضرورتیں پوری کرنے، مصیبتیں ٹالنے، بیماروں کو شفا دینے، حقائق منکشف کرنے اور برکات کے نزول کے لیے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازتا تھا.....

زیورِ قبولیت سے آراستہ ہونے والی آپ ﷺ کی چند دعائیں گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں..... ہم یہاں آپ کی کچھ اور دعائیں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں..... آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں.....

رسول اللہ ﷺ کی قبول ہونے والی دعاؤں کی ایک کڑی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے لیے دعا تھی..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں اپنی قوم کے جاہلانہ مذہب ہی پر ڈٹی ہوئی تھیں..... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انھیں بت پرستی سے روکتے تھے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے مگر وہ صاف انکار کر دیتی

تھیں..... ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انھیں اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس کے منافی کلمات کہے..... یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے ناقابل برداشت تھی..... وہ بہت روئے اور اشک بار حالت ہی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے..... انھیں اپنی والدہ کی نادانی اور جہالت کی روداد سنائی اور درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ کرم فرمائے اور میری ماں کو ہدایت عطا فرمائے..... آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

«اللَّهُمَّ! اهْدِ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ»

”اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی دعا سنی تو خوشی سے جھوم اُٹھے..... جلدی جلدی گھر آئے..... دروازہ کھلوانے کے لیے دستک دی..... ان کی ماں نے ان کے قدموں کی آہٹ سے انھیں پہچان لیا اور کہا:

ابو ہریرہ! ابھی اپنی جگہ ٹھہرو..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پانی گرنے کی آواز سنی..... ان کی ماں غسل کر رہی تھیں..... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے انتظار کرتے رہے..... ان کی ماں غسل سے فارغ ہوئیں..... لباس بدل کر جلدی سے آئیں اور دروازہ کھولتے ہی کہنے لگیں: ابو ہریرہ!

«أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ..... وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ»

وَرَسُولُهُ»

”میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں..... اور میں گواہی

دیتی ہوں کہ بے شک محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خوشی سے پھولے نہ سمائے..... ان پر فرط مسرت کی ایسی حالت چھا گئی کہ پلکوں پر خوشی کے آنسو چمک اُٹھے..... وہ گھر میں بھی داخل نہ ہوئے..... وہیں دروازے ہی سے اٹے پاؤں پلٹ گئے..... خوشی کے آنسوؤں سے چھلکتی ہوئی آنکھیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! خوش ہو جائیں..... اللہ نے آپ کی دعا قبول فرما کر ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت نصیب فرمادی ہے..... یہ خبر سن کر جناب رسول اللہ ﷺ بھی باغ باغ ہو گئے..... آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے برکت کی دعا فرمائی..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر وقت آپ ﷺ کی زیادہ سے زیادہ دعائیں سمیٹنے کے آرزو مند رہتے تھے..... عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری ماں کو تمام مسلمانوں کا محبوب بنا دے اور تمام مسلمانوں کی محبت ہمارے دل میں سما جائے..... آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

«اللَّهُمَّ! حَبِّبْ عَبْدَكَ هَذَا يَعْنِي أَبَا هُرَيْرَةَ وَأُمَّهُ إِلَى عِبَادِكَ

الْمُؤْمِنِينَ وَحَبِّبْ إِلَيْهِمُ الْمُؤْمِنِينَ»

”اے اللہ! اپنے تمام مومن بندوں کے دلوں میں اپنے اس چھوٹے

سے بندے ابو ہریرہ اور اس کی ماں کی محبت ڈال دے اور ان کے

قلوب تمام مومنین کی محبت سے سرشار کر دے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«فَمَا خُلِقَ مُؤْمِنٌ يَسْمَعُ بِي ..... وَلَا يَرَانِي ..... إِلَّا أَحَبَّنِي»

”کوئی ایسا مؤمن پیدا ہی نہیں ہوا جس نے مجھے دیکھا ہو یا میرا نام سنا

ہو اور اس کا دل میری محبت سے سرشار نہ ہوا ہو۔“<sup>1</sup>

1 صحیح مسلم، حدیث: 2491.



## ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے لیے دعا

ایک صبر آزما داستان

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے شادی کی..... اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک خوبصورت بچہ عطا فرمایا..... اس کا نام ابو عمیر تھا..... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو اس سے بے حد محبت تھی..... خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہ بچہ بہت پیارا لگتا تھا..... ابو عمیر کے پاس ایک پرندہ تھا..... اُس کا نام نغیر تھا..... ابو عمیر اس پرندے سے کھیلا کرتا تھا..... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرتے تو اس سے دل لگی فرماتے اور پوچھتے:

«يَا أَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟»

”ابو عمیر! تیرے پرندے کا کیا حال ہے؟“

ایک دن یہ بچہ شدید بیمار ہو گیا..... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا..... مرض دن بدن بڑھتا گیا..... حتیٰ کہ بچے کی بیماری حد سے گزر گئی..... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے نکلے..... واپس آنے میں کچھ دیر ہو گئی..... بیماری کی شدت بچے کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی، چنانچہ ابو عمیر انتقال کر گیا..... ام سلیم اس کے پاس تھیں..... گھر کے بعض افراد نے رونا شروع کیا تو ام سلیم نے انھیں تسلی دی اور خاموش کرایا..... کہنے لگیں کہ ابو طلحہ کونہ بتانا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے..... میں خود بتاؤں گی..... انھوں نے بچے کی لاش کو گھر کے ایک کونے میں رکھ کر اُس پر کپڑا لپیٹ دیا اور خاوند کے لیے کھانا تیار کرنے لگیں..... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ گھر لوٹے، پوچھا: بچے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: سکون سے ہو گیا ہے..... میرے خیال میں اب وہ حالتِ استراحت میں ہو گا..... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اسے دیکھنے کے لیے آگے بڑھنے لگے..... ام سلیم رضی اللہ عنہا نے روک دیا..... کہنے لگیں: وہ آرام کر رہا ہے..... اس کے آرام میں خلل نہ ڈالیے..... پھر دسترخوان بچھایا، کھانا پیش کیا..... انھوں نے کھانا کھایا، پانی پیا، پھر اسی رات حق زوجیت بھی ادا کیا..... جب ام سلیم رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ اب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مطمئن حالت میں ہیں تو کہنے لگیں: ابو طلحہ! اگر کوئی کسی کے گھر والوں کو کوئی چیز اُدھار دے دیں..... پھر کچھ عرصے کے بعد وہ اپنی امانت واپس مانگ لیں تو کیا ان گھر والوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ واپس دینے سے انکار کریں؟ ابو طلحہ نے فرمایا: ”بالکل نہیں!“..... ام سلیم بولیں: کیا تمہیں ہمارے ہمسایوں پر تعجب نہیں ہوا؟.....

ابو طلحہ: کیوں! کیا بات ہے، انھیں کیا ہوا ہے؟.....

ام سلیم: انھوں نے کچھ لوگوں سے ایک چیز اُدھار لی تھی..... وہ چیز لمبی مدت

# ان ان اللہ مع المبرین

ان کے پاس رہی..... حتیٰ کہ وہ سمجھنے لگے کہ یہ چیز اب اپنی ہی ہے اور وہی اس کے مالک ہیں..... جب اس کے اصل مالک اسے واپس لینے آئے تو انہوں نے رونا، پیٹنا اور نوحہ کرنا شروع کر دیا..... پھر جزع فزع کرنے لگے کہ ہم واپس نہیں دیتے..... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: انہوں نے یہ بڑی بڑی بات کی ہے..... اب ام سلیم رضی اللہ عنہا نے شوہر محترم سے کہا: ادھر دیکھیے وہ آپ کا بیٹا..... ہم نے اسے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا تھا..... اب اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے..... آپ اس پر صبر فرمائیں..... اور اللہ تعالیٰ سے بھاری اجر کی امید رکھیں..... حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پر سکتہ چھا گیا..... چہرے کا رنگ بدل گیا..... اداسی کی گھٹا چھا گئی..... مگر انہوں نے اپنے آپ پر بڑے وقار سے قابو رکھا..... پھر اہلیہ سے فرمایا: واللہ! آج رات صبر کرنے میں تم مجھ پر غالب نہیں آسکتیں۔

پھر وہ مستعدی سے کھڑے ہو گئے..... بچے

کی تجہیز و تکفین کی ..... صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بچے کے انتقال کی ساری سرگزشت عرض کر دی ..... آپ ﷺ نے ان دونوں میاں بیوی کے لیے برکت کی دعا فرمائی ..... پھر آپ ﷺ کی دعا کی بدولت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ..... اس کا نام خود جناب رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ رکھا ..... پھر آگے چل کر عبداللہ کے 9 بچے پیدا ہوئے ..... وہ سب کے سب حافظ قرآن تھے۔<sup>1</sup>



1 صحیح البخاری، حدیث: 1301 و 6203، ومسند أحمد: 106/3 و 181.

## خوشا! وہ وقت کہ دیدار عام تھا جس کا

وہ کتنا مبارک اور مسرت بخش زمانہ تھا اور کس قدر پاکیزہ و دلربا منظر تھا کہ گلی گلی اور کوچے کوچے میں اسلام کی صدائے حق گونج رہی تھی..... اللہ وحدہ لا شریک کی توحید کا بول بالا ہو چکا تھا..... نبی کریم ﷺ ایک محفل میں تشریف فرما تھے..... کچھ قبیلوں کے سرداروں نے خوشی خوشی جناب رسول اللہ ﷺ کی قیادت و سیادت تسلیم کر لی اور آپ ﷺ کی خدمت میں آ کر اسلام قبول کرنے لگے..... کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کے دل تو کینے، بغض اور عناد سے اٹے ہوئے تھے..... لیکن شکست و ہزیمت سے دوچار ہو کر ذلت و رسوائی کی حالت میں انھیں سرور کونین ﷺ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے اور اسلام کو آفاق گیر دین تسلیم کرنا پڑا..... کیونکہ آپ ﷺ کی ماتحتی قبول کیے بغیر اب ان کے پاس کوئی چارہ نہ تھا.....

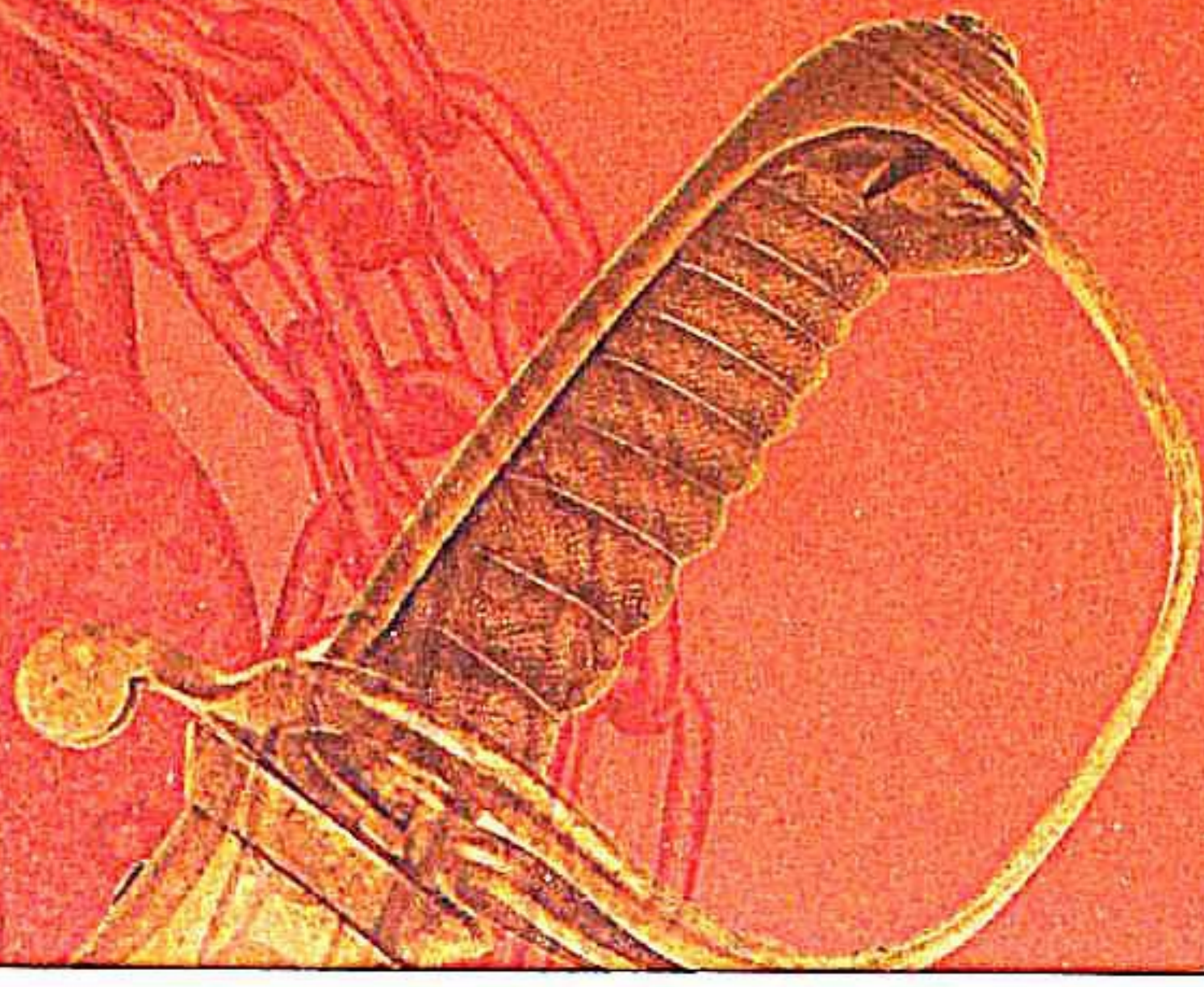
عرب کا ایک رئیس عامر بن طفیل تھا..... یہ اپنی قوم میں بے حد مقبول تھا..... اس کی قوم کے لوگوں نے ہر طرف اسلام کا نور پھیلتا دیکھا تو انھوں نے کہا: عامر! تمام لوگ جوق در جوق اسلام قبول کر رہے ہیں..... سب بادشاہوں نے گھٹنے ٹیک دیے ہیں..... تو بھی مسلمان ہو جا.....

عامر بڑا مغرور اور ضدی آدمی تھا..... وہ انھیں جواب دیتا: واللہ! میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اس وقت تک موت کو بھی اپنے قریب نہیں آنے دوں گا جب تک تمام عرب مجھے بادشاہ مان کر میری ماتحتی قبول نہ کر لیں..... اور تم کہتے ہو

کہ میں اس قریشی کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں اور اس کا غلام بن جاؤں!!!  
 آخر کار جب اس نے دیکھا کہ اسلام تمام باطل مذاہب اور ملتوں کو روندتا  
 ہوا طوفان کی طرح بڑھتا چلا جا رہا ہے..... لوگ تیزی سے رسول اللہ ﷺ کی  
 اطاعت قبول کر رہے ہیں..... اور جو شخص بھی مسلمان ہو جاتا ہے وہ سرور  
 کونین ﷺ کے اشارہ ابرو پر اپنی جان نچھاور کرنے پر تیار ہو جاتا ہے..... تو  
 ایک دن وہ بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر چند ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ  
 سے ملاقات کرنے کے لیے چل پڑا..... مسجد نبوی پہنچا، آپ ﷺ اپنے  
 جاں نثاروں کے ساتھ تشریف فرما تھے..... جب وہ آپ ﷺ کے سامنے آیا تو  
 کہنے لگا..... محمد! میں تم سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں.....

رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک یہ تھی کہ بقدر استطاعت اس قسم کے لوگوں  
 سے دور ہی رہتے تھے..... چنانچہ فرمایا: جب تک تم توحید باری تعالیٰ کا اقرار نہیں  
 کرو گے اس وقت تک میں تمہاری بات نہیں سنوں گا.....

اس نے دوبارہ کہا..... آپ ﷺ نے پھر انکار کر دیا..... وہ بار بار اسی طرح  
 آپ سے علیحدگی میں بات کرنے کی ضد کرتا رہا: محمد! آؤ، میری بات سن لو.....  
 میں تنہائی میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں..... بالآخر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور  
 اس کے ساتھ چل پڑے..... عامر نے اپنے ایک ساتھی اربد کو اپنی طرف کھینچ کر  
 چپکے سے کہا: میں انہیں باتوں میں لگا لوں گا..... جب یہ میری طرف متوجہ ہو  
 جائیں تو تم فوراً تلوار مار کر ان کا کام تمام کر دینا..... اربد نے اپنا ہاتھ تلوار کے  
 دستے پر رکھا اور پوری طرح تیار ہو گیا..... نبی کریم ﷺ عامر سے باتیں کرنے



لگے..... اربد نے فوراً مضبوطی سے تلوار تھام لی..... پھر جوں ہی اس نے نیام سے تلوار نکالنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا اس کا ہاتھ جم کر رہ گیا..... پھر اس کا پورا وجود ہی منجمد ہو گیا..... عامر نے بدینتی کے ساتھ آپ ﷺ کو ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول کیے رکھا..... وہ بے چینی سے اربد کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن اربد پتھر کے بت کی طرح بے حس و حرکت کھڑا ہوا تھا..... آپ ﷺ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اربد نظر آیا..... اب آپ ﷺ عامر کی سازش پوری طرح بھانپ گئے..... مگر آپ ﷺ نے اس کا فاسد ارادہ جان لینے کے باوجود اس کی خیر خواہی اور بھلائی ہی پیش نظر رکھی.....

آپ ﷺ نے فرمایا: عامر! اسلام قبول کر لو!..... اس نے کہا: اے محمد! اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟  
آپ نے فرمایا:

«لَكَ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْهِمْ»

”تمہارے لیے وہی کچھ ہوگا جو دوسرے مسلمانوں کے لیے ہوگا اور تمہارے ذمے بھی وہ ہوگا جو دوسرے مسلمانوں کے ذمے ہوگا۔“

وہ بولا: اے محمد! اگر میں اسلام قبول کر لوں تو کیا تم مجھے اپنے بعد بادشاہ بنا دو گے.....؟

آپ ﷺ نے فرمایا: سلطنت تمہیں مل سکتی ہے نہ تمہاری قوم کو!..... اس نے کہا: اچھا! میں اس شرط پر مسلمان ہونے کو تیار ہوں کہ دیہات میں میری بادشاہت ہوگی اور شہر پر آپ کی.....!

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی نہیں ہو سکتا.....

یہ سن کر عامر طیش میں آ گیا..... اس نے دھمکی دی: اللہ کی قسم! اے محمد! میں تمہارے شہر کے گلی کوچوں میں اپنے لڑاکا شہسواروں کے لشکر بھیج دوں گا..... تمہارے وطن میں کھجور کے ہر درخت سے اپنے گھوڑے باندھ دوں گا..... غطفان قبیلے کے اونچے اونچے کوہان والے ہزاروں اونٹوں کو تمہارے مقابلے پر لاکھڑا کروں گا!..... یہ کہہ کر عامر شدید غصے کے مارے منہ سے جھاگ اُگلتا، گرجتا، برستا اور دھمکیاں دیتا ہوا وہاں سے چل دیا..... آپ ﷺ نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور التجا کی:

اے اللہ! عامر کے مقابلے میں تو میری کفایت فرما اور اس کی قوم کو ہدایت عطا فرما.....

عامر اپنے ساتھیوں سمیت مدینے سے کافی دور نکل گیا..... وہ مسلسل چلتے چلتے تھک گیا..... اتفاقاً اس کی اپنی ہی قوم کی ایک خاتون سامنے آ گئی..... اس کا نام سلولویہ تھا..... وہ خیمہ لگا کر صحراء میں بیٹھی تھی..... عامر اپنے گھوڑے سے اترا



اور عورت کے خیمے میں جا کر سو گیا..... اچانک اس کی گردن میں گھٹی نکلی اور اس کا گلا یوں پھول گیا جس طرح طاعون میں مبتلا اونٹ کی گردن کیڑے پڑنے سے پھول جاتی ہے..... پھر یہ بیماری اونٹ کی جان لے کر ہی ٹلتی ہے..... عامر پر شدید خوف و ہراس طاری ہو گیا..... وہ بے قرار ہو کر اٹھا..... گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنا نیزہ تھام کر گھوڑے کو ادھر ادھر گھمانے لگا..... وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا..... اپنی گردن پر ہاتھ پھیر رہا تھا اور حسرت سے کہہ رہا تھا: اونٹ کی گھٹی جیسی گھٹی نکل آئی ہے اور موت نے مجھے سلولیاہ کے گھر میں آدبوچا ہے..... وہ اسی وحشت کے عالم میں گھوڑے پر گھومتا رہا..... پھر ایک دم غش کھا کر گھوڑے سے نیچے دھڑام سے گر پڑا اور مر گیا..... اس کے ساتھی اسے اسی حالت میں بے یار و مددگار چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف چلے گئے..... جب وہ اپنے قبیلے میں پہنچے تو بہت سے لوگ آئے اور اربد سے کہنے لگے:

اپنے سفر کا حال بتاؤ!

وہ بولا: کیا بتاؤں؟

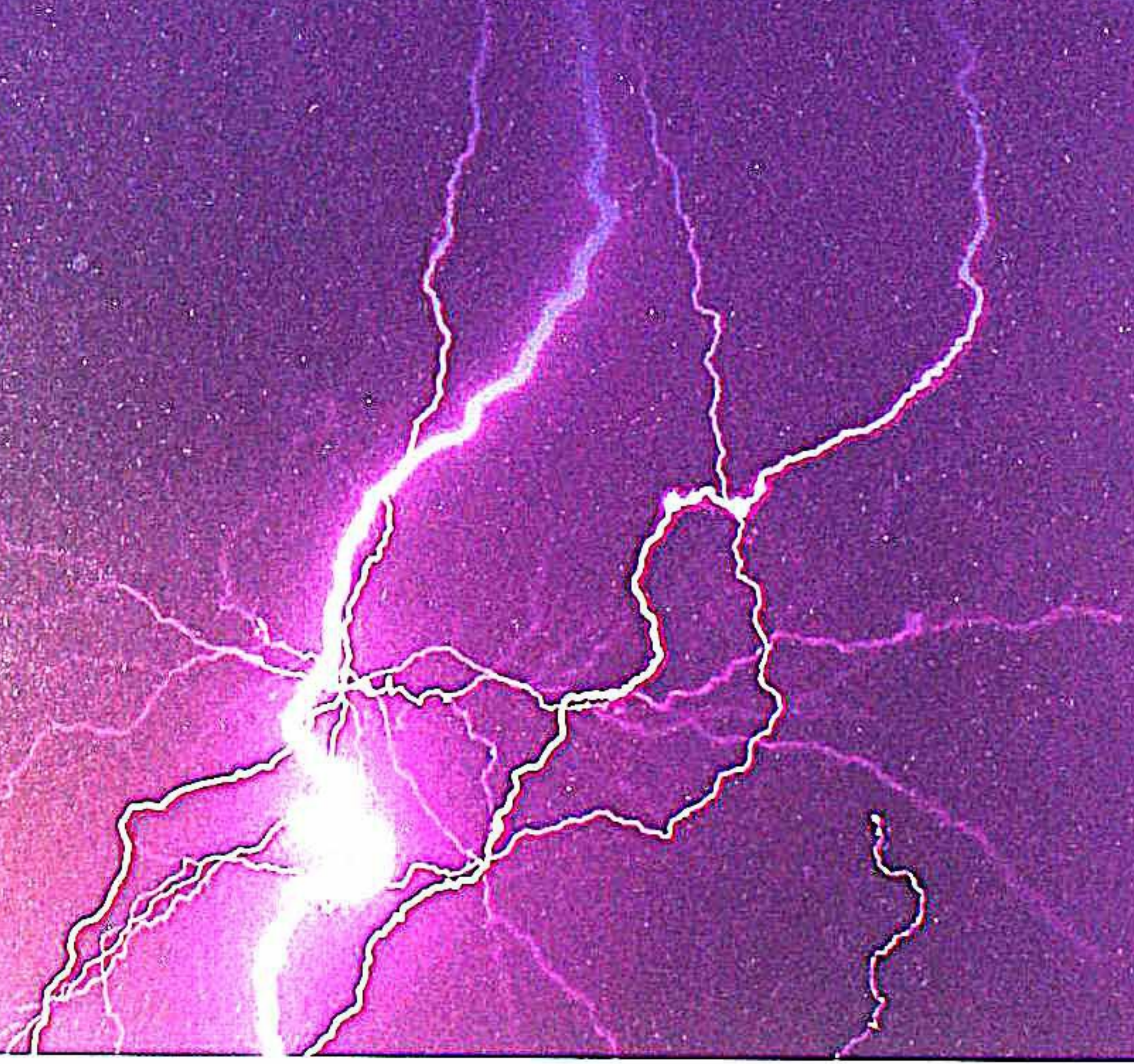
اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) نے ہمیں کسی چیز کی عبادت کی طرف دعوت دی تھی..... اگر اس وقت محمد (ﷺ) میرے سامنے ہوتا تو میں تیر برس برس کر کے چھانی کر دیتا..... یہ وحشیانہ بات کرنے کے ایک یا دو دن بعد وہ اپنا اونٹ لے کر اسے بیچنے نکلا..... راستے میں اللہ نے اس پر اور اس کے اونٹ پر آسمان سے ایسی کڑک دار بجلی گرائی..... جس نے ان دونوں کو بھسم کر ڈالا..... اللہ تعالیٰ نے

عام اور اربد کے عبرتناک انجام کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسَرَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ  
وَسَارِبًا بِالنَّهَارِ ۝ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ  
يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا  
مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ  
دُونِهِ مِنْ وَّالٍ ۝ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ  
الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْبَلَدُكُمُ مِنَ خِيفَتِهِ ۗ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ  
فَيُصِيبُ بِهَا مَن يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْحَالِ ۝﴾

” (اللہ کے نزدیک) مساوی ہے تم میں سے جو کوئی آہستہ بات کہے  
یا بلند آواز سے کہے، اور جو رات (کی تاریکی) میں چھپنے والا ہو یا دن  
(کی روشنی) میں چلنے والا ہو۔ اس (انسان) کے لیے اس کے آگے  
سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے (فرشتے) ہیں، وہ  
اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ نہیں بدلتا جو  
کسی قوم میں ہے، حتیٰ کہ وہ اسے بدل لیں جو ان کے نفسوں میں ہے۔  
اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی (عذاب) کا ارادہ کرتا ہے تو اس  
کے لیے کوئی واپسی نہیں، اور ان کے لیے اس کے سوا کوئی کارساز  
نہیں۔ وہی ہے جو تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا  
ہے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ اور (بادل کی) گرج اس کی حمد کے  
ساتھ تسبیح پڑھتی ہے، اور فرشتے (بھی) اس کے خوف سے (تسبیح

# ویرسل الصواعق فیصیب بها من یشاء



پڑھتے ہیں)۔ اور وہی کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر انھیں جن پر چاہے گراتا ہے، جبکہ وہ اللہ کی بابت جھگڑ رہے ہوتے ہیں، اور وہ شدید قوت والا ہے۔<sup>1</sup>

1 الرعد 13:10-13، صحیح البخاری، حدیث: 4091، و تفسیر ابن ابی حاتم: 2230/7،

2231، حدیث: 12193

## حاصلِ کلام

حضرت محمد ﷺ عظمتوں کے پیکر نبی ہیں..... اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعے آپ کی مدد فرمائی..... اور آپ کے لیے ایسے عظیم الشان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انتخاب کیا جو پوری امت سے بڑھ کر اعلیٰ اقدار اور عظیم اخلاق کے آئینہ دار تھے..... انھوں نے اپنی جان اور اولاد سے بڑھ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ والا صفات سے محبت کی..... یہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جنھوں نے رسالت مآب ﷺ کے ایک اشارے پر بلا تامل اپنے قلب و جگر کا خون نچھاور کر کے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا.....

غزوہ احد کی مثال آپ کے سامنے ہے..... جب مشرکین آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے تو ان جانی دشمنوں کے تیروں کی بوچھاڑ کے آگے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے سینے تان کر کھڑے ہو گئے..... انھوں نے جناب

رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لیے دشمن کی شمشیروں کے قاتلانہ وار اپنے بدن پر جھیل لیے اور اپنے بہتے ہوئے لہو کا نذرانہ لے کر اس شہنشاہ حقیقی کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہو گئے جسے خون شہیداں سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہیں..... صحابہ کرام مر مٹے لیکن انہوں نے رہبر انسانیت حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر کوئی آنچ نہیں آنے دی.....

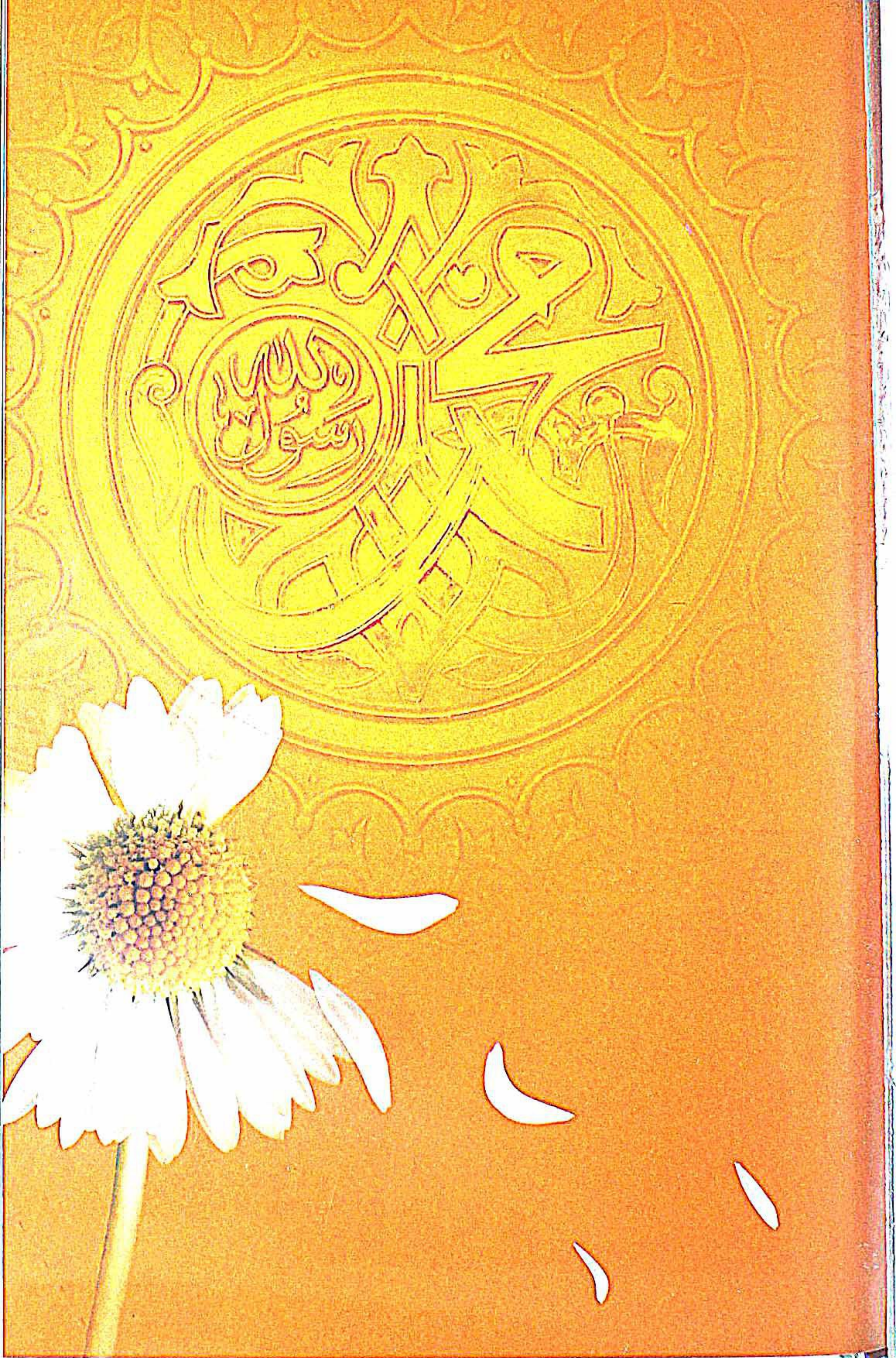
ذرا شمع رسالت کے پروانے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا حال ملاحظہ فرمائیے..... انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں تلواروں اور نیزوں کے زخم کھانے کے لیے اپنا سینہ مسلسل تانے رکھا..... وہ تیر بھی کھاتے جاتے تھے اور یہ بھی عرض کرتے جاتے تھے: یا رسول اللہ! جب تک طلحہ کی رگوں میں خون کی ایک بوند بھی باقی ہے آپ تک ایک تیر بھی نہیں پہنچ پائے گا جو تیر آپ ﷺ تک پہنچے گا وہ طلحہ کے جگر سے پار ہو کر ہی آئے گا.....

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پہنچا تو میں نے دیکھا ایک شخص نے آپ ﷺ کے دفاع میں جان کی بازی لگا رکھی ہے

اور دشمنوں سے دیوانہ وار لڑ رہا ہے..... میں نے غور سے دیکھا وہ طلحہ رضی اللہ عنہ تھے..... جب طلحہ رضی اللہ عنہ کے بدن پر مزید زخموں کی گنجائش نہ رہی تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے..... ان کے گرتے ہی ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ یوں لپک کر آئے جیسے کوئی پرندہ اڑتا چلا آتا ہے..... طلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر گرے ہوئے تھے..... رسول اللہ ﷺ نے نہایت غمگین لہجے میں فرمایا:

اپنے بھائی کو سنبھالو، اس نے جنت واجب کر لی ہے..... ہم نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر انھیں دیکھا..... ان کے جسم کے انتالیس 39 مقامات پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کی ضربیں لگی ہوئی تھیں جن سے خون رِس رہا تھا.....<sup>2</sup>

جنگ ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک جلیل القدر صحابی کو یاد فرمایا..... وہ رات کو آپ ﷺ کے ساتھ قیام کرتا تھا..... اور دن کو آپ ﷺ کے ساتھ ہی روزہ رکھا کرتا تھا..... اس مقدس انسان نے دین کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا..... حتیٰ کہ اپنی جان بھی اللہ کے حضور پیش کر دی تھی..... آپ ﷺ نے سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کا نام لیا اور صحابہ کرام سے فرمایا: کوئی جا کر دیکھ آئے کہ سعد بن ربیع زندہ ہیں یا شہیدوں کی صف میں شامل ہو گئے ہیں..... ایک انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! میں دیکھ کر آتا ہوں کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟..... وہ انھیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے مقتولین کی صف میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ زخموں سے چور ہیں..... خون میں لت پت پڑے ہیں..... ان کے کپڑے پھٹ چکے تھے..... جسم پر غبار جم گیا تھا..... موت کی کشمکش میں تھے..... زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہے تھے..... اس شخص نے کہا: سعد! مجھے جناب



رسول اللہ ﷺ نے تمھاری خیر خبر لینے بھیجا ہے اور فرمایا ہے: جاؤ دیکھ کر آؤ سعد زندہ ہیں یا اپنے خالق سے جا ملے ہیں؟

سعد رضی اللہ عنہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور کہا: میری زندگی بجھتا ہوا چراغ ہے..... میں چند لمحوں میں دم توڑ دوں گا..... تم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر میرا سلام عرض کرنا اور میرے یہ معروضات پہنچا دینا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہ احسن و اجمل صلہ مرحمت فرمائے، جو ان تمام صلوں سے بڑھ کر ہو جو اس نے دیگر انبیائے کرام کو ان کی امتوں کی طرف سے عطا فرمائے ہیں..... اور میری قوم کے لوگوں کو میرا سلام کہنا اور انھیں خبردار کر دینا کہ جب تک تم میں جھپکنے والی ایک آنکھ بھی باقی ہے اگر جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک ایک تیر بھی پہنچ گیا تو روزِ محشر اللہ تعالیٰ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے.....

اور ہاں! جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی عرض کر دینا: اے اللہ کے پیارے رسول! سعد کو جنت کی مہکتی ہوئی ہوا کے جھونکے آرہے ہیں..... یہ جملے کہتے ہی انھوں نے آخری ہچکی لی اور اللہ کو پیارے ہو گئے..... رضی اللہ عنہم ورضوا عنہم!.....<sup>3</sup>

1 الرعد 13: 10-13، صحیح البخاری، حدیث: 4091، وتفسیر ابن ابی حاتم:  
2231، 2230/7، حدیث: 12193. 2 مسند ابی داؤد الطیالسی: 10/1، حدیث: 6،  
وصحیح ابن حبان: 15/437، 438، حدیث: 6980. 3 دلائل النبوة للبیہقی:  
285/3، والمستدرک للحاکم: 201/3.



## کفار و مشرکین کی گواہی

رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام کو جو بے کراں والہانہ محبت تھی، اس کا اعتراف کفار مکہ نے بھی کیا.....

فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ ﷺ عمرے کے ارادے سے نکلے..... جب آپ ﷺ حرم کے قریب پہنچے تو قریش مکہ نے چند لوگوں کو بھیجا تا کہ وہ آپ ﷺ کو مسجد حرام تک پہنچنے سے روک دیں..... نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آنے والوں میں عروہ بن مسعود ثقفی بھی تھا..... اس نے آپ ﷺ سے بات چیت شروع کی تو اس کی نگاہ آپ ﷺ کے ارد گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہجوم نجوم پر پڑی..... اس نے جناب رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت و فدویت کے ایمان افروز اور دلربا مناظر دیکھے..... جناب رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن گرتا تھا تو صحابہ اسے ہتھیلی پر لے کر جلدی سے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتے تھے..... آپ ﷺ کسی چیز کا حکم دیتے تو ابھی آپ کا ارشاد مکمل بھی نہ ہونے پاتا تھا کہ صحابہ تعمیل ارشاد کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی جدوجہد کرتے نظر آتے..... آپ ﷺ وضو فرماتے تو آپ کے جسم اطہر کو چوم کر

گرنے والا پانی حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتے..... آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے لبوں کو سی لیتے..... اور ان کا وجود اس طرح ساکن ہو جاتا جیسے سر پر پرندے بیٹھے ہوں جو ادنیٰ سی حرکت پر بھی اڑ جائیں گے..... ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ ﷺ کے رخِ زیبا پر نظر بھر کر دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کرتے تھے..... عروہ یہ دل ربا نظارے دیکھ کر ہکا بکا ہو گیا..... وہ واپس گیا تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: اے لوگو! رب ذوالجلال کی قسم! میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کو دیکھا ہے..... میں نے کسریٰ کو دیکھا..... میں نے قیصر کو دیکھا..... میں نے نجاشی کو دیکھا..... واللہ! میں نے آج تک ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس کی عظمت کا اس قدر پاس رکھتے ہوں جتنا محمد (ﷺ) کے ساتھی محمد (ﷺ) کی عظمت و احترام کا پاس رکھتے ہیں.....<sup>1</sup>

1 صحیح البخاری، حدیث 2731، 2732، و سنن الکبریٰ للبیہقی: 219/9.

## صحابہ رضی اللہ عنہم نے محبت کا حق ادا کر دیا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جناب رسول اللہ ﷺ سے جو والہانہ محبت اور عقیدت تھی وہ اس کا اظہار بھی کر دیا کرتے تھے..... ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! آپ مجھے میرے مال اور میری اولاد سے بڑھ کر محبوب ہیں..... بلکہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو قرآن مجید جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی! آپ مجھے میری جان سے بھی بڑھ کر محبوب ہیں.....<sup>1</sup>

ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ وہ کہنے لگا: میں نے اس کے لیے نہ تو بہت زیادہ نفلی نمازیں پڑھی ہیں..... نہ زیادہ روزے رکھے ہیں..... نہ کثرت سے صدقہ کیا ہے..... بس اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں.....

آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ»

<sup>2</sup> ”جس سے تو محبت کرتا ہے روز محشر تو اسی کے ساتھ ہوگا۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کبھی کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی آپ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوئی: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ..... اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو جس سے محبت کرتا ہے اور جس کے طرز زندگی کے مطابق اپنے شب و روز، خوشی

غمی، دکھ سکھ، اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے معمولات گزارتا ہے..... اور زندگی کے تمام معاملات کو اسی کی سیرت و شخصیت کے مطابق ڈھالتا ہے..... اس کی خوشی کو اپنی خوشیوں پر، اس کے غم کو اپنے غموں پر، اس کی خواہش کو اپنی تمناؤں پر اور اس کی سنت کو اپنے خاندان کے رسم و رواج پر ترجیح دیتا ہے، روز محشر وہی تیرا رفیق ہوگا.....

رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم جب آپ ﷺ کے ساتھ چلتے تھے تو خود سورج کی تپش کے سامنے رہ کر اپنے آقا جناب رسول اللہ ﷺ پر چھاؤں کر دیا کرتے تھے..... جب آپ ﷺ کے ساتھ سفر کرتے اور پڑاؤ کا موقع آجاتا تو چلچلاتی ہوئی دھوپ میں جو سایہ دار درخت نظر آتا اسے رسول اللہ ﷺ کے آرام کرنے کے لیے مخصوص کر دیتے تھے.....

1 صحیح البخاری، حدیث: 6632، وموسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ: 213/2، واللفظ له. 2 صحیح البخاری، حدیث: 6171.

صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے

سے کس طرح محبت کی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت، وفاداری اور جاں نثاری کی جو نادر مثالیں پیش کی ہیں وہ تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ چمکتی رہیں گی..... لیکن آپ ﷺ سے بے پایاں محبت اور قدر و منزلت کے باوجود انہوں نے آپ ﷺ کی شان میں غلو کر کے آپ ﷺ کو آپ کے مرتبے سے کبھی نہیں بڑھایا اور آپ ﷺ کو بشری خصائل سے کبھی منزہ و مبرا نہیں سمجھا..... کیونکہ محمد بن عبد اللہ ﷺ..... اللہ کے رسول، اس کے نبی اور اس کے بندے ہیں..... لیکن آپ ایسے منفرد و عابد کامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پوری اولادِ آدم کا سردار اور شافعِ محشر بنایا ہے..... آپ کا درجہ اور مقام و منزلت اللہ تعالیٰ کے ارشادِ عالی کے مطابق ہی ہے..... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أَنَّمَا إِلَهُمُ اللَّهُ وَحْدًا فَاسْتَقِيمُوا  
إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝﴾

”کہہ دیجیے: بس میں تو تمہارے جیسا ہی ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے، یہ کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، لہذا اسی کی طرف سیدھے رہو اور اسی سے بخشش مانگو، اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے۔“<sup>1</sup>

رسول اللہ ﷺ کو بشر کہنے سے آپ ﷺ کی قدر و منزلت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آسکتی..... آپ ﷺ نے اپنے رب کا پیغام پہنچایا..... تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کیں..... حتیٰ کہ اللہ نے آپ ﷺ کی مدد بھی فرمائی..... اور کائنات کے کونے کونے میں آپ کا دین پھیلا دیا..... آپ ﷺ کا بشری صفات سے متصف ہونا بھی آپ ﷺ کی بشریت کا منہ بولتا ثبوت ہے..... اسی بشریت کو آڑ بنا کر تو مشرکین مکہ نے آپ کی رسالت تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا..... وہ بھی یہی کہتے تھے، جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ۝ ﴾

”اور لوگوں کے پاس ہدایت آجانے کے بعد ان کو ایمان لانے سے صرف اس چیز نے روکا کہ انھوں نے کہا: کیا اللہ نے بشر رسول بھیجا ہے؟“<sup>2</sup>

﴿ وَقَالُوا مَا لِذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ط لَوْ لَا أَنْزَلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۚ أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۝ أَنْظِرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۝ ﴾

”اور انھوں نے کہا: اس رسول کو کیا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کی طرف فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا جو اس کے ہمراہ

(لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟ یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈالا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے وہ (پھل) کھاتا اور ظالموں نے (مومنوں سے) کہا: تم تو بس ایک جادو مارے شخص ہی کی اتباع کرتے ہو۔ دیکھیے! انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں، وہ بہک گئے ہیں، لہذا وہ راہ نہیں پاسکتے۔“<sup>3</sup>

1 حم السجدة 41:6. 2 بنی اسرائیل 17:94. 3 الفرقان 25/7-9.

## رسول اللہ ﷺ کے اپنی امت پر کیا حقوق ہیں؟

کیا رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت پر یہی حق ہے کہ امتی آپ ﷺ کی تعریف میں غلو سے بھرپور اشعار اور قوالیاں کہیں.....؟ اور آپ کی اس قدر تعریف کریں کہ آپ کا درجہ اللہ تک پہنچا دیں.....؟ ہرگز نہیں! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا..... کیونکہ اس عمل سے تو رسول اللہ ﷺ نے خود منع فرما دیا ہے..... صحیحین (بخاری و مسلم) میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

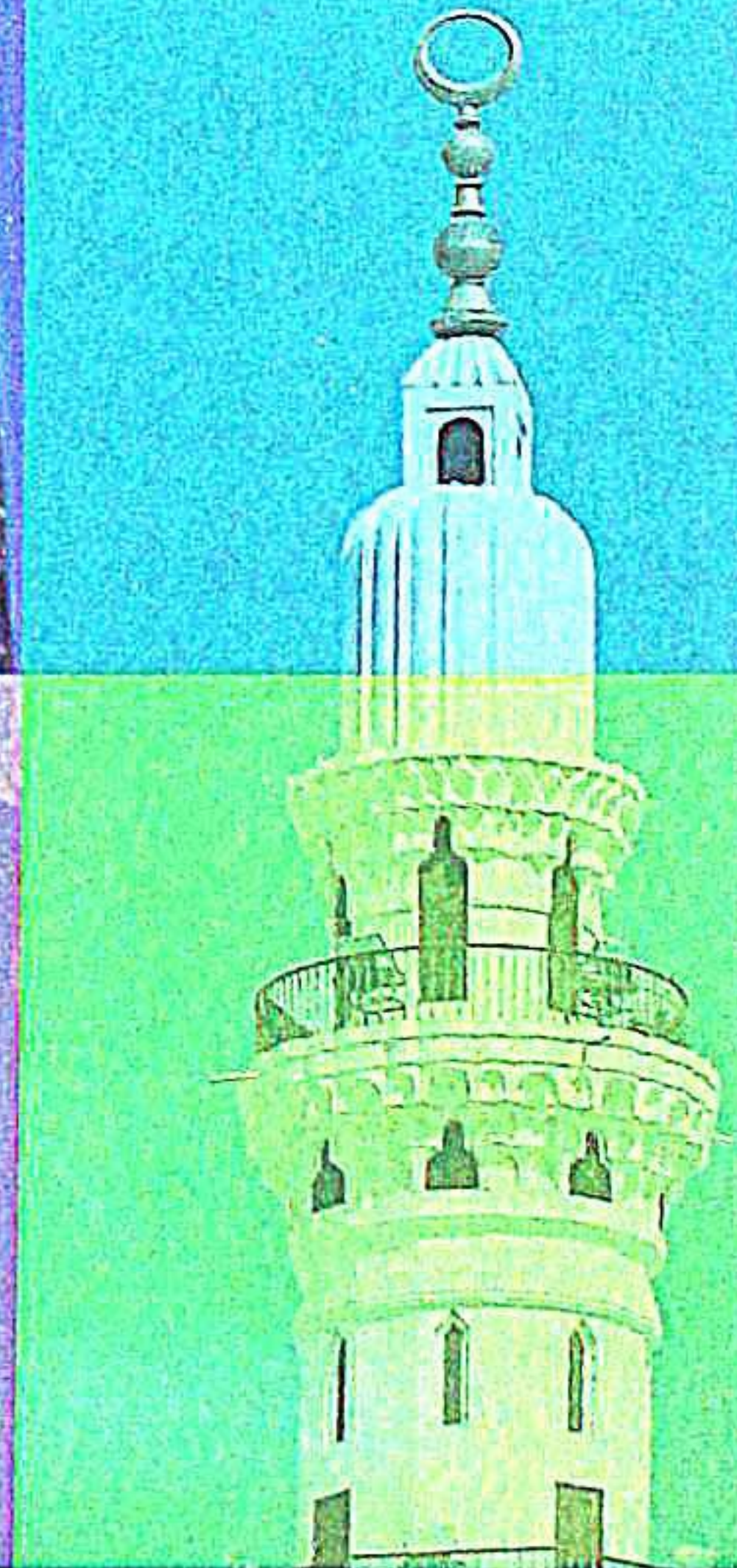
«لَا تَطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ  
فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ»

”مجھے میری شان اور مرتبے سے نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو ان کے مرتبے سے بڑھا دیا تھا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، پس تم بھی یہی کہو: اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“<sup>1</sup>

کیا آپ ﷺ کا یہی حق ہے کہ ہم آپ کی ولادت کی خوشی میں یا معراج کے موقع پر بڑے بڑے جلوس نکالیں..... جن میں ڈھول باجے بجائے جائیں، بھنگڑے ڈالے جائیں اور فلمی دھنوں میں قوالیاں گائی جائیں؟..... اور کیا پورے سال بھر کے بعد ایک دن محفل میلاد منعقد کرنے سے حُب رسول ﷺ کا



أشهد أن لا إله إلا الله  
وحدّه لا شريك له  
وأشهد أن محمد  
عبده ورسوله



حق ادا ہو جاتا ہے؟..... اور جشنِ ولادت بھی اس دن جس دن رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہی نہیں بلکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی تھی.....

کیا کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اپنی ولادت یا معراج کی خوشی میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے 62 برس میں..... ان کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے 2 سال میں..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے 11 برس میں..... سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے 12 سال میں..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت کے 5 برس میں..... حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے اپنی حیات مبارک میں..... سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے 20 سال میں اور آخری صحابی ابو طفیل عامر بن واثلہ لیشی رضی اللہ عنہ کی وفات تک 110 برس میں کسی نے بھی جشن میلاد منایا ہے؟

بھلا جشن میلاد منانا آپ کا حق ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ اس سے تو خود رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا..... صحیحین میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

فرمایا:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»

”جس نے کوئی بھی عمل کیا اگر وہ ہماری سنت کے مطابق نہیں ہے تو وہ عمل مردود ہے۔“<sup>2</sup>

کیا رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت کے لوگوں پر یہی حق ہے کہ وہ اپنی مشکلات میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپ ﷺ کو اپنی مدد کے لیے پکاریں..... یا آپ ﷺ کی قبر کا طواف کریں..... یا اللہ کا نام چھوڑ کر آپ کے نام کی قسمیں کھائیں؟..... ہرگز نہیں!..... یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہیں اور امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے منافی ہیں.....

حقیقت میں ہم پر اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے حقوق یہ ہیں: پہلا حق: اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں..... آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے اپنی جان، مال، اولاد، والدین اور

تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت رکھنا..... اپنے دل میں آپ کی عظمت اور عزت و احترام کو بدرجہ غایت موجزن رکھنا.....  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ  
مَعَهُ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْبَاقُونَ ۝﴾

”چنانچہ جو لوگ اس (رسول اللہ ﷺ) پر ایمان لائے اور انھوں نے اس کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور (ہدایت) کی پیروی کی جو اس پر نازل کیا گیا، وہی فلاح پانے والے ہیں۔“<sup>3</sup>

دوسرا حق: رسول اللہ ﷺ نے جتنی بھی خبریں دی ہیں ان کی تصدیق کرنا کیونکہ آپ ﷺ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے بلکہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے، تبھی بولتے ہیں..... اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝﴾

”اور وہ (اپنی) خواہش سے نہیں بولتا۔ وہ وحی ہی تو ہے جو (اس کی طرف) بھیجی جاتی ہے۔“<sup>4</sup>

آپ ﷺ نے قیامت کی جتنی نشانیاں بتائی ہیں..... اور آخری زمانے میں پیش آنے والے حادثات کی جو پیش گوئیاں کی ہیں..... مزید برآں جتنی بھی اطلاعات اور ہدایات دی ہیں..... ہم پر لازم ہے کہ انھیں من وعن تسلیم کر

لیں..... چون و چرا نہ کریں، اپنی ناقص اور محدود عقل کے گھوڑے نہ دوڑائیں..... تاکہ ہم ٹھوکریں کھانے سے بچ جائیں..... کیونکہ یہ بات اٹل اور یقینی ہے کہ ایک دن ثابت ہو جائے گا کہ ہماری عقل جھوٹی ہے اور اللہ کا قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہی سچا ہے.....

تیسرا حق: تیسرا حق یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے کثرت سے درود و سلام پڑھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

”بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت و درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو۔“<sup>5</sup>

رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کے چند خاص مواقع:

1] خصوصاً اس وقت رسول اللہ ﷺ پر لازماً درود پڑھا جائے جب آپ ﷺ کا ذکر جمیل کیا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ»

”خاک آلود ہو اس شخص کی ناک جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا لیکن اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔“<sup>6</sup>

2] اذان سن کر بھی آپ ﷺ پر درود پڑھنا لازم ہے..... صحیح مسلم میں

روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ  
فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا»

”جب تم موذن کی آواز سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر  
مجھ پر درود بھیجو۔ بے شک جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ  
اس پر دس مرتبہ اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔“<sup>7</sup>

3] مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت بھی درود پڑھنا  
چاہیے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے  
تو پہلے محمد ﷺ پر درود و سلام پڑھتے، پھر یہ دعا پڑھتے تھے:

«اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ»

”اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کے  
دروازے کھول دے۔“

اور جب نکلتے تو بھی محمد ﷺ پر درود بھیجتے اور یہ دعا پڑھتے:

«اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ»

”اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے لیے اپنے فضل کے  
دروازے کھول دے۔“<sup>8</sup>

صلی اللہ علیہ وسلم

4] دعا کے اختتام پر بھی آپ ﷺ پر درود پڑھنا چاہیے..... جیسا کہ امام ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ ﷺ»

”جب تک آپ نبی کریم ﷺ پر درود نہیں بھیجیں گے اس وقت تک آپ کی دعا آسمان و زمین کے درمیان لٹکی رہے گی ذرہ بھر اوپر نہیں جائے گی۔“<sup>9</sup>

5] جمعہ کے دن جناب رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا زبردست اہمیت اور فضیلت کا حامل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ»

”بے شک تمہارے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن انھوں نے وفات پائی، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن لوگ بے ہوش کیے جائیں گے (یعنی قیامت قائم ہوگی) پس اس دن تم زیادہ سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے اوپر پیش کیا جاتا ہے۔“<sup>10</sup>



چوتھا حق: آپ ﷺ کی سیرتِ مقدسہ سے بھرپور آگہی رکھنا..... آپ کے فضائل و مکارم اچھی طرح جاننا اور آپ ﷺ کے مقدس اوصاف و اعمال کو بار بار بار دہرانا..... تمام عزیز و اقارب اور احباب میں ان کا چرچا کرنا..... لوگوں کو آپ ﷺ کے طریقہ زندگی اور سنتوں سے آگاہ و آشنا کرنا..... آپ کی تعریف و توصیف کرنا مگر اس میں غلو سے کام نہ لینا.....

پانچواں حق: آپ ﷺ کی شریعت پر پورا پورا عمل کرنا..... آپ ﷺ کی سنت کو مکمل طور پر اپنانا..... آپ ﷺ کے ارشادات، تعلیمات اور پیغامات کی تبلیغ کرنا..... آپ ﷺ کے ارشادات اور ہدایات کی خلاف ورزی سے مکمل طور پر اجتناب کرنا.....

ظاہر و باطن ہر صورت میں آپ ﷺ کی اتباع کا مطلب یہ ہے کہ تمام کام انجام دینے میں آپ ﷺ کی سنت کو پیش نظر رکھا جائے..... رسول اللہ ﷺ کے تمام افعال و اقوال حتیٰ کہ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، ہنسنے بولنے، چلنے پھرنے اور سونے جاگنے غرضیکہ زندگی کے ہر گوشے، ہر معاملے اور ہر قسم کے حالات و کیفیات میں صرف آپ ﷺ ہی کی پیروی کی جائے۔

جوں ہی آپ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنیں تو اس پر فوراً عمل کریں:

«خَالِفُوا الْيَهُودَ، أَعْفُوا اللَّحَى وَحَفُّوا الشَّوَارِبَ»

”یہودیوں کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں منڈواؤ (کیونکہ

یہودی داڑھی منڈواتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔)“<sup>11</sup>

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ»

”ٹخنوں سے نیچے رہنے والا کپڑا جہنم میں لے کر جائے گا۔“<sup>12</sup>

غور فرمائیے ٹخنوں سے نیچی شلوار یا پاجامہ وغیرہ پہننا کتنی خطرناک بات ہے..... اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکنے والا کپڑا جہنم رسید کر دے گا..... پس ہمیں فوراً خبردار ہو جانا چاہیے اور اپنا لباس سنت کے مطابق بنانا چاہیے..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ  
الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝﴾

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملاقات) اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔“<sup>13</sup>

دیکھیے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک میں بڑی وضاحت سے حکم دیا گیا ہے کہ ہم سب کو اسوۂ حسنہ ہی سے روشنی حاصل کرنی چاہیے اور اپنی عملی زندگی جناب رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر بسر کرنی چاہیے..... پس ہم سب کو تعیشتات، سُود خوری، شراب نوشی، راگ رنگ اور ان تمام امور سے ہمیشہ باز رہنا چاہیے

سنن

أبي داؤد

صحيح

مسلم

صحيح

البخاري

لقد كان لكم في رسول الله

أسوة حسنة

سنن

أبي داؤد

صحيح

مسلم

سنن

النسائي

جن سے رسالت مآب ﷺ نے روکا ہے..... اور وہی کام کرنے چاہئیں جن کی انھوں نے ہدایت فرمائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم اور صدقہ کرنے کی بڑی ترغیب دی ہے..... ہمیں ان زبردست نیکیوں کے حصول کے لیے سرگرم عمل رہنا چاہیے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی زبردست حکمت و افادیت کے بارے میں ہمارے دل میں ذرہ برابر بھی ہرگز کوئی بات نہیں کھٹکنی چاہیے.....

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ○

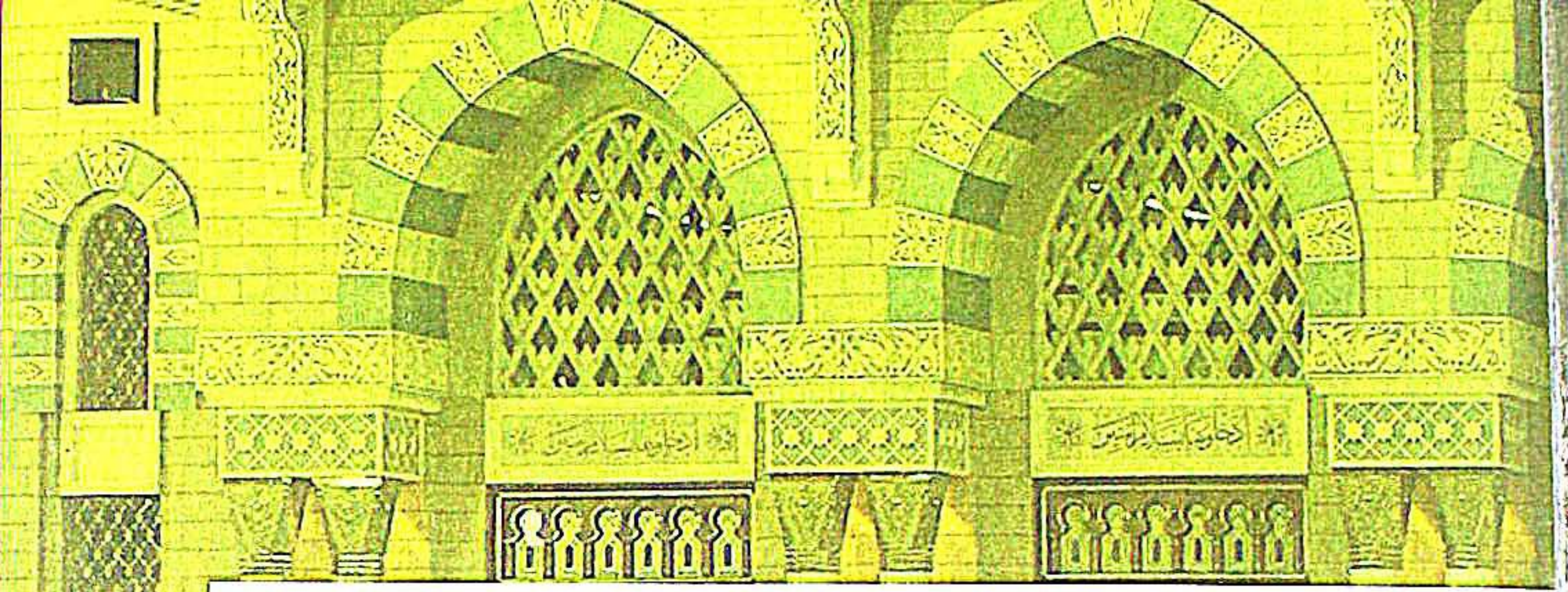
”بس مومنوں کی تو بات ہی یہ ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے، تو وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور اطاعت کی، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“<sup>14</sup>

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّبُوا تَسْلِيمًا﴾ ○

”چنانچہ (اے نبی!) آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے اور وہ اسے دل و جان سے مان لیں۔“<sup>15</sup>

**چھٹا حق:** ہم سب کو ہر آن، ہر گھڑی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت گزاری میں مصروف رہنا چاہیے..... اپنے تمام اختلافات کا حل آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں تلاش کرنا چاہیے، من مانی نہیں کرنی چاہیے..... اپنی تمام خوشیوں کو آپ ﷺ کی خوشی، اپنے تمام غموں کو آپ ﷺ کے غم اور اپنی تمام خواہشات کو آپ ﷺ کی منشاء مبارک پر قربان کر دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ



نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾

”اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا، مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔“<sup>16</sup>

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی جنت میں جانے کا واحد راستہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں 30 سے زیادہ مقامات پر آپ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کا حکم دیا ہے جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صراحت فرمائی ہے..... بلکہ اللہ تعالیٰ نے کھلے الفاظ میں پوری وضاحت سے بتا دیا ہے کہ جنت صرف اسی صورت میں نصیب ہوگی جب محمد رسول اللہ ﷺ کی کامل اطاعت کی جائے گی..... اور آپ ﷺ کی ایک ایک سنت کو حرزِ جان بنایا جائے گا..... قیامت کے دن جو رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے آئے گا صرف وہی جنت کا مستحق ٹھہرے گا..... اور آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے صرف وہی آسکے گا جس نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کے قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی روشنی میں بسر کیا ہوگا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ۝﴾

”اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے، تو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، (یعنی) انبیاء، صدیقین، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ، اور یہ لوگ اچھے رفیق ہوں گے۔ یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔“<sup>17</sup>

بخاری شریف میں روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى»

”میری پوری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ رہ جائے گا جس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! بھلا جنت میں جانے سے کون انکار کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى»

”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا (کیونکہ جنت میں داخلے کی کنجی رسول اللہ ﷺ کے فرمودات پر عمل کرنا ہی ہے۔“<sup>18</sup>

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر

اللہ تعالیٰ ہمیں ادب و احترام کا درس دیتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَبِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝﴾

”اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور تم اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور آپ سے اونچی

آواز میں بات نہ کرو، جیسے تم ایک دوسرے سے اونچی آواز میں (بات) کرتے ہو، کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں، اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔“<sup>19</sup>

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے آپ اور اپنے رسول سے آگے بڑھنے سے روکا ہے..... صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان آیات کو سنا تو اپنے رسول ﷺ کے ادب و احترام کا حق ادا کر دیا..... آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کا یہ عالم تھا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کوئی سوال دریافت فرماتے تو جب تک اس کا مطلب خود آپ ﷺ ہی واضح نہ فرما دیتے اُس وقت تک کسی صحابی کو اپنی رائے سے اس کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوتی..... مبادا آپ ﷺ کی منشاء مبارک کے خلاف جواب دینے کی وجہ سے آپ ﷺ کو رنج پہنچے.....

ذرا وہ واقعہ یاد کیجیے، جب حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے روبرو ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جم غفیر تھا..... یوم النحر، عید الاضحیٰ کا دن تھا..... آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اے میرے صحابہ!

«أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟..... أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟..... أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟.....»



”آج کون سا دن ہے؟..... یہ کون سا مہینہ ہے؟..... اور یہ کون سا شہر ہے؟“

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔<sup>20</sup>

یہاں دراصل یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کے سوالات کا جواب معلوم بھی ہوتا تھا تب بھی پاس ادب سے یہی عرض کرتے تھے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں.....

جس کے پاس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی بھی حکم آجائے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی خواہشات، تمناؤں اور خاندان کے رسم و رواج کو مسترد کر کے آپ ﷺ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دے..... پھر کسی ملامت گر کی ملامت ہو..... کسی جرنیل کا دبدبہ ہو..... کسی حاکم کی نادر شاہی ہو..... کسی وڈیرے یا سرمایہ دار کی تمکنت ہو..... اپنے خاندان کا عز و شرف ہو یا رشتے داری کے بچھائے ہوئے جال ہوں..... ماں باپ کی شفقت ہو..... بیوی بچوں کا پیار ہو یا بہن بھائیوں کی محبت ہو ان سب چیزوں کو اطاعتِ رسول ﷺ کے تقاضے کے آگے مسترد کر دے..... دنیا کی کوئی طاقت، حکومت، دولت یا عورت اس کے پاؤں کی زنجیر

نہ بن سکے..... اسے ہر طرف سے آنکھیں میچ کر صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر عمل پیرا رہنا چاہیے..... اگر کوئی چیز اطاعت رسول ﷺ کی راہ میں دیوار بن کر حائل ہونے کی کوشش کرے تو اسے چند لمحوں کے لیے ٹھہر کر یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ اگر میری چہیتی بیوی ارشاد رسول ﷺ کی تعمیل میں حائل ہو رہی ہے تو کیا میرے لیے بیوی عزیز تر ہے یا جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی؟..... مجھے اپنا خاندان زیادہ پیارا ہے یا رسول اللہ ﷺ کی سنت؟..... مجھے اپنی خواہش زیادہ پیاری ہے یا رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ؟..... مجھے دنیا کا فنا پذیر مال و دولت، حسن و جمال کے جلوے، اقتدار و حکومت کی رونق اور جھوٹی عزت زیادہ پیاری ہے یا شافع محشر ﷺ کے دست مبارک سے حوض کوثر کا وہ پانی کہ جس کا ایک گھونٹ پینے سے پچاس ہزار سال تک پیاس نہیں لگے گی؟..... مجھے آپ ﷺ کی شفاعت اور آپ ﷺ کے پرچم تلے جنت میں داخلہ زیادہ محبوب ہے یا اپنی من مانی کرنے والے عزیز ہیں؟

سنت رسول ﷺ کو پس پشت ڈال کر من مانی کرنے والے کا کیا

حشر ہوگا؟

میرے محترم بھائیو! ذرا سوچو تو سہی کہ حشر کا دن کس قدر ہیبت اور ہیجان کا دن ہوگا..... اگر اس دن تمہارے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے مابین دیوار حائل ہو جائے اور ساقی کوثر نگاہ اٹھا کر اللہ سے پوچھیں: ”اے اللہ! کیا یہ میری امت کے فرد نہیں؟“ اور اللہ تعالیٰ فرمائے:

«إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحَدَثُوا بَعْدَكَ»

”میرے محبوب! آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد آپ کے  
دین میں کیا کیا تبدیلیاں کر دی تھیں۔“

اس دین میں اپنے رسم و رواج ٹھونس دیے تھے..... اور پھر شافع محشر ﷺ  
بیزار ہو کر تمہارے بارے میں یہ فرمائیں:

«سُحِقًا..... سُحِقًا..... لَمَنْ غَيْرَ بَعْدِي»

”اے اللہ! انھیں میری نظروں سے دور کر دے..... ایسے شخص کے لیے  
ہلاکت، تباہی اور بربادی ہو جس نے میرے بعد میرے دین میں  
تبدیلیاں کر دی تھیں۔“<sup>21</sup>

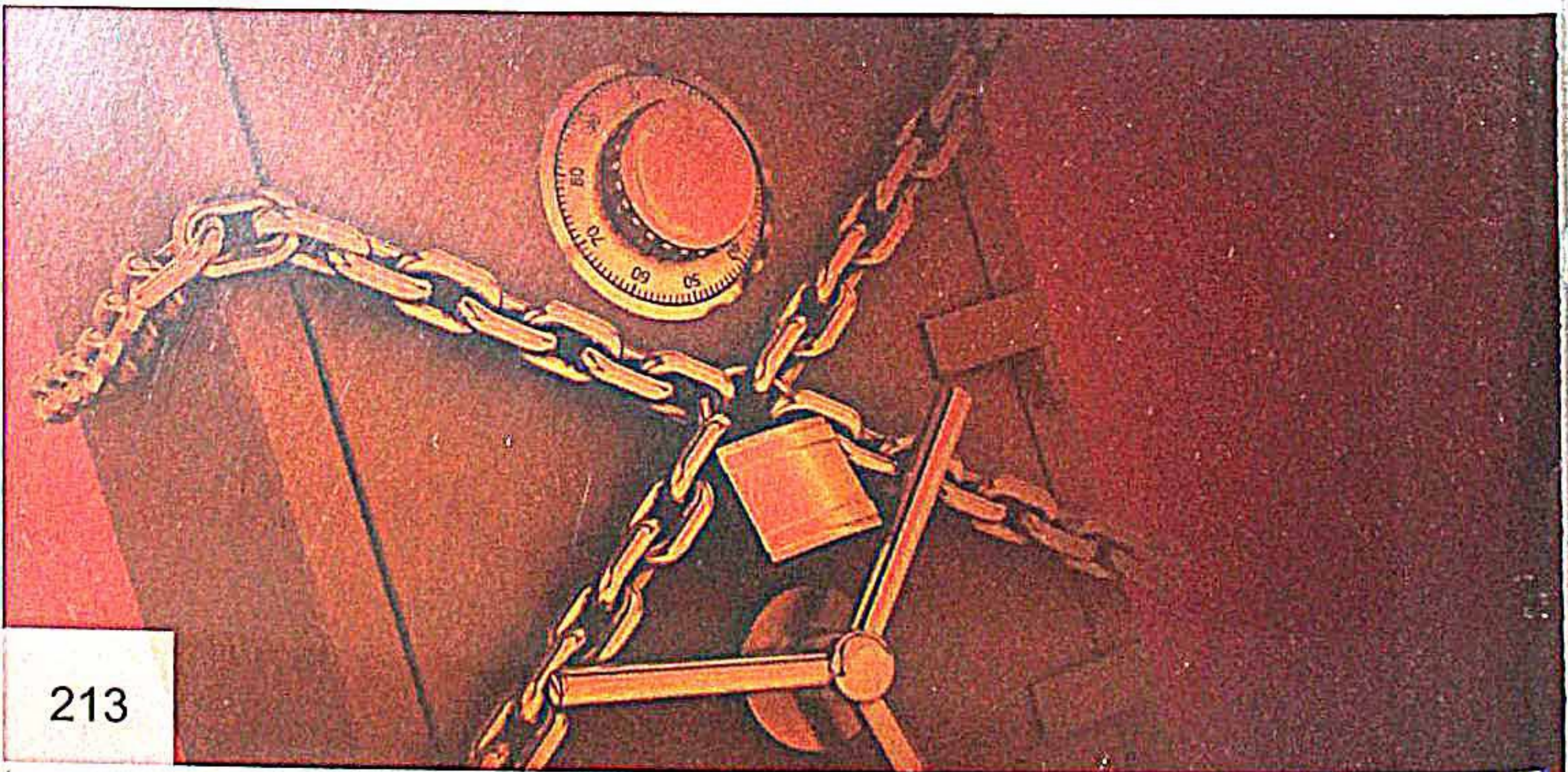


پس بتاؤ! ایسی نازک صورت حال میں تم کہاں جاؤ گے؟..... تمہاری شفاعت کی امیدیں، تمہاری عقیدت و محبت کے کھوکھلے دعوے تمہیں کیا فائدہ دیں گے؟..... کیا تیری بیوی تجھے جہنم سے بچالے گی؟..... تیرا خاندان تجھے سورج کی ہولناک تپش سے بچالے گا؟..... جب تو پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا..... خون کے آنسو رو رہا ہوگا..... تیرے آگے بھی آگ، پیچھے بھی آگ، دائیں بھی آگ، بائیں بھی آگ..... اوپر شعلہ بار سورج اتنا قریب کہ تجھے جلا کر بھسم کر دے..... قدموں تلے زمین تانے کی طرح تپ رہی ہوگی..... اور تیرے بدن سے پسینے اس طرح چھوٹ رہے ہوں گے جس طرح سنگلاخ پتھروں سے چشمے کا پانی پھوٹتا ہے..... وہ ایسا نفسا نفسی کا دن ہوگا کہ ماں باپ، بیوی بچے، بہن بھائی اور خاندان والے سب ساتھ چھوڑ جائیں گے..... اور تو خود پکار پکار کر کہہ رہا ہوگا: ”اے اللہ! میرے بیٹوں کو بھی دوزخ میں ڈال دے، میری بیوی کو بھی، میرے بھائیوں کو بھی اور میرے خاندان کو بھی جہنم میں ڈال دے، صرف مجھے جہنم سے بچالے..... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَوْمَ الْجُحْرِ لَوْ يَفْتَدِي مَنْ عَذَابٍ يُومِئِدُ بِبَنِيهِ ۝ وَصَحْبَتِهِ  
 وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤَيِّه ۝ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝  
 كَلَّا ۝ إِنَّهَا لَظَى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوْمَى ۝ تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى ۝ وَجَمَعَ  
 فَأَوْغَى ۝﴾

”مجرم چاہے گا کاش! اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) اپنے  
 بیٹے فدیے میں دے دے۔ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی۔ اور اپنا خاندان  
 جو اسے پناہ دیتا تھا۔ اور جتنے زمین پر ہیں سب، پھر وہ (فدیہ) اسے  
 (جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے) نجات دلا دے۔ ہرگز نہیں! بے شک  
 وہ بھڑکتی آگ ہے۔ چمڑیاں ادھیڑ دینے والی۔ وہ (ہر) اس شخص کو  
 پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور (حق سے) منہ موڑا۔ اور (مال)  
 جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔“<sup>22</sup>

اب بتا کہ اس دن تیرا اقتدار یا مال و دولت تجھے کوئی فائدہ پہنچائے گا؟ اس



دن تو کہے گا:

﴿ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهُ ۖ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهُ ۗ ﴾

”مجھے میرے مال نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ میری سلطانی (اقتدار و سلطنت) مجھ سے چھن گئی۔“<sup>23</sup>

اور اللہ فرمائے گا:

﴿ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۚ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۚ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ  
ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۗ ﴾

”اسے پکڑو، پھر طوق ڈال دو۔ پھر اسے جہنم (کی شعلے مارتی آگ) میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر گز ہے، اسے جکڑ (یا پرو) دو۔“<sup>24</sup>

اس دن یہ حیلے، بہانے اور بحث و تکرار کچھ کام نہیں آئے گی..... اس دن صرف رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق عمل ہی کام آئے گا..... اگر وہ عمل تیرے پاس نہیں ہوگا تو حسرت اور افسوس کے سوا تیرے پلے کچھ نہیں ہوگا..... تیری یہ کیفیت ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ لِيَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۚ  
يُوَيْدِي لِيَتْنِي لَمْ اتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۚ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۚ  
وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ۗ ﴾

”اور جس دن (ہر) ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹ کھائے گا  
 (اور) کہے گا: اے کاش! میں رسول کے ساتھ راہ اختیار کرتا۔ ہائے  
 میری کم بختی! کاش! میں فلاں (شخص) کو دوست نہ بناتا۔ بلاشبہ اس  
 نے میرے پاس ذکر (قرآن) آجانے کے بعد مجھے (اس سے) بہکا  
 دیا اور شیطان انسان کو (مصیبت میں) بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا  
 ہے۔“ 25



اس ذلت، رسوائی اور عذاب سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اس دن کے آنے سے پہلے توبہ کر، غفلت چھوڑ دے اور رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی کو اپنا رہبر بنا لے..... قیامت کے دن سے غافل لوگوں کی کیفیت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے:

﴿ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو أَرْعُسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَبَعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴾

”کاش! آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے حضور سر جھکائے (پیش) ہوں گے، (وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، لہذا ہمیں واپس بھیج کہ ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“<sup>26</sup>

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

﴿ فَذُوقُوا بَأْسَ نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَكُمْ ۗ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ ﴾

”چنانچہ تم (عذاب) چکھو اس لیے کہ تم نے اپنے اس دن کی ملاقات بھلائی رکھی، بے شک (آج) ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا، اور جو (برے) عمل تم کرتے تھے، ان کی وجہ سے تم ہمیشہ کا عذاب چکھو۔“<sup>27</sup>

اس دن کے آنے سے پہلے اپنی زندگی رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے



مطابق بسر کرنے کی فوری فکر کر..... کسی بھی معاملے میں جب آپ ﷺ کا کوئی حکم واضح ہو جائے تو کسی مسلمان کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ اس میں کسی بھی طرح کوئی اعتراض یا تاویلیں کرے یا حیلے بہانے ڈھونڈے.....

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اطاعتِ رسول ﷺ کا جذبہ

امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شروع شروع میں 16 یا 17 ماہ تک لوگ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے..... جب بیت المقدس کے بجائے کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا..... اور اس بارے میں آیات نازل ہوئیں..... تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھا اور مسجد قبا کے لوگوں کے پاس پہنچا..... اس نے دیکھا کہ وہ لوگ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے فجر کی نماز پڑھ رہے ہیں..... اُس شخص نے زور سے پکار کر کہا: آج رات رسول اللہ ﷺ پر قرآنی آیات اتاری گئی ہیں..... اُن میں یہ حکم آیا ہے کہ بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے..... وہ شخص ابھی اپنے کلمات مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز ہی کی حالت میں بیت المقدس کی طرف سے منہ موڑ کر کعبہ کی طرف کر لیا.....<sup>28</sup>

یہ تھا اطاعتِ رسول ﷺ کا نمونہ! جوں ہی اُنھوں نے آپ ﷺ کا حکم سنا، فوراً بلا تاخیر نماز ہی کی حالت میں اس پر عمل پیرا ہو گئے..... اُنھوں نے یہ نہیں کہا کہ پہلے ہم اس نماز سے سلام پھیر لیں، پھر اگلی نماز سے بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے.....

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے..... وہ کہتے ہیں: شراب کی حرمت سے پہلے میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر لوگوں کو شراب پلایا کرتا تھا..... ایک دن میں انھیں شراب پلا رہا تھا..... ایک ایک کر کے ہر ایک کو شراب کا پیالہ دیتا جا رہا تھا، اسی دوران اچانک ایک شخص آیا..... وہ کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا؟ لوگوں نے پوچھا: کیا معلوم نہیں ہوا؟ اس نے کہا: شراب حرام قرار دے دی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے منادی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے کہ خبردار! شراب حرام ہو چکی ہے..... پھر اس نے یہ آیات تلاوت کیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۗ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾

”اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا، آستانے اور فال نکلانے کے تیر، سب گندے کام ہیں اور شیطان کے عمل سے ہیں، پس تم ان سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ بے شک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے سے دشمنی اور بغض ڈال دے، اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے، پھر کیا تم ان (شیطانی کاموں) سے باز آتے ہو؟“<sup>29</sup>

جوں ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ آیات سنیں اللہ کی قسم! جس صحابی کے ہاتھ میں بھی شراب کا پیالہ تھا اس نے یہ کہہ کر پھینک دیا: اے ہمارے رب! ہم رک

# أطيعوا الله وأطيعوا الرسول



گئے ہیں..... ہم رک گئے ہیں..... کسی نے بھی شراب کا جام لبوں تک لے جانے کی جرأت نہ کی..... پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شراب کے مشکوں پر ٹوٹ پڑے..... انھوں نے ایک ایک کر کے سارے مشکے توڑ ڈالے.....<sup>30</sup>

پھر کوئی آنے والا اندر آیا نہ کوئی جانے والا باہر گیا یہاں تک کہ سب نے شراب کے مشکے اوندھے کر کے توڑ ڈالے..... اور شراب مدینہ کے گلی کوچوں میں یوں بہنے لگی جیسے سیلاب آ گیا ہے..... پھر بعض صحابہ کرام نے وضو اور بعض نے غسل کیا اور خوشبو لگائی اور مسجد کی طرف چل دیے..... انھوں نے کوئی حیلہ کیا نہ کوئی بہانہ بنایا..... صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی اطلاع پر ساری شراب لٹھا دی..... انھوں نے یہ نہیں کہا کہ ہمیں تو ساہا سال سے پینے کی عادت ہے..... یہ عادت تو ہمارے آباؤ اجداد کی پرانی روایت ہے..... ہمیں ورثے میں ملی ہے..... بھلا اسے کیسے چھوڑ دیں..... انھوں نے تعمیل ارشاد کی ایمان افروز مثال قائم کر دی..... شراب سازی کے سارے کارخانے توڑ ڈالے..... کوئی شراب نوش باقی نہیں رہا..... یہی لوگ مسلمان ہیں، جنھوں نے اپنی تمناؤں اور

اُمتگوں کو بلا تامل اپنے خالق کی رضا مندی اور خوشنودی کے لیے قربان کر دیا.....

ایک صحابی نے سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی..... رسول اللہ ﷺ کی نظر پڑی تو فوراً اس کی انگلی سے انگوٹھی اتاری اور دور پھینک دی..... پھر فرمایا:

«يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ»

”تم میں سے کوئی شخص ایک انگارہ لے لیتا ہے اور اسے اپنے ہاتھ میں پہن لیتا ہے۔“

یہ فرما کر جب آپ ﷺ تشریف لے گئے تو دوسرے ساتھیوں نے اس صحابی سے کہا: انگوٹھی اٹھا لو! اس سے کوئی اور فائدہ حاصل کر لینا (اپنی ماں، بہن یا بیوی کو دے دینا یا اسے بیچ کر کوئی اور چیز خرید لینا.....) اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: جو چیز رسول اللہ ﷺ نے پھینک دی ہے، مجھ میں اتنی جرأت نہیں کہ میں وہ چیز اٹھا کر کسی اور استعمال میں لاؤں.....<sup>31</sup>

رسول اللہ ﷺ کا سب سے عظیم حق: آپ ﷺ کا سب سے بڑا حق آپ ﷺ کی سنت کے وقار کا دفاع کرنا ہے..... آپ ﷺ کی تعلیمات میں سے کسی بھی چیز کی خلاف ورزی اور استخفاف ہرگز نہیں ہونا چاہیے..... جو شخص اتباع رسول کا جذبہ رکھتے ہوئے اپنے ظواہر، اپنی ہیئت اور اپنا لباس رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ڈھال لے..... اسے گھٹیا سمجھ کر ہنسی مذاق اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا بڑی خوفناک جسارت ہے..... متبعین سنت سے استہزا منافقین کی نشانی ہے اور منافقین دنیا کے گھٹیا ترین لوگ ہیں..... روز محشر جب جنتی جہنمیوں سے پوچھیں گے:

﴿ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۚ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصَلِّينَ ۚ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمِ  
الْبُسْكِيْنَ ۚ وَكُنَّا نَحْوُضَ مَعَ الْخَائِضِيْنَ ۚ وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۚ  
حَتَّىٰ آتَيْنَا الْبَاقِيْنَ ۚ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَعَةُ الشُّفَعِيْنَ ﴾

”تمہیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا؟ وہ کہیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ اور ہم (باطل میں) مشغول ہونے والوں کے ساتھ مشغول ہوتے تھے (دین پر عمل کرنے والوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔) اور ہم روزِ جزا کی تکذیب کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ہمیں موت نے آلیا۔ پھر سفارشیوں کی سفارش انہیں نفع نہ دے گی۔“<sup>32</sup>

اللہ تعالیٰ نے مذاق اڑانے والوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ  
 وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴾

”اور البتہ اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو صرف  
 شغل کے طور پر باتیں اور دل لگی کرتے تھے۔ کہہ دیجیے: کیا تم اللہ اور  
 اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے؟  
 (اب) بہانے مت بناؤ، یقیناً تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا

” 33 ہے۔

## لمحہ فکریہ

آخر میں اتنا کہوں گا کہ اے میری نہایت قابلِ احترام بہنو اور بھائیو! ہمارے شافعِ محشر پیغمبر ﷺ کے ہم پر جو حقوق ہیں وہ پوری طرح واضح ہو چکے ہیں..... وہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ مکرم و معظم شخصیت ہیں..... ہمیں اس بات سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیے کہ غلاموں پر مالکوں کے حقوق اور بچوں پر اپنے والدین کے حقوق کا احترام اتنا ضروری نہیں جتنا ہم پر ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حقوق کا التزام و احترام لازم ہے..... اُن کے اسوۂ حسنہ کو زندگی کے ہر لمحے میں ماتھے کا جھومر بنانا نہایت ضروری ہے..... ہمارا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، خوشی غمی، دکھ سکھ، غرضیکہ شب و روز کے تمام اشغال و اعمال رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے مطابق ہونے چاہئیں..... صرف وہی ہیں جن کے ذریعے اللہ نے ہمیں جہنم کے شعلوں سے نجات دی ہے..... وہی تو ہیں جن کے ذریعے اللہ نے ہمیں گمراہی کے اندھیروں سے نکالا ہے، ہدایت کے نور کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا ہے..... وہ تو ہمارے غم میں کئی کئی راتیں جاگتے رہتے تھے..... ہم تک اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے کون سی ایسی اذیت ہے جو انھیں نہیں پہنچائی گئی..... اور کون سی مصیبت ہے جو انھوں نے نہیں جھیلی..... کیا انھیں گالیاں نہیں دی گئیں؟..... کیا انھیں شاعر، دیوانہ، مجنوں، جادوگر اور بے دین نہیں کہا گیا؟..... کیا انھیں تین سال تک شعب ابی طالب میں بھوکا، پیاسا رکھ کر درختوں کے پتے کھانے پر مجبور نہیں کیا گیا؟..... کیا انھیں اپنوں





سے بے گانہ، گھر سے بے گھر اور وطن سے بے وطن نہیں کیا گیا؟..... کیا طائف کے اوباشوں نے پتھر برسسا برسسا کر ان کے نعلین مبارک خون سے رنگین نہیں کیے؟ جبکہ وہ انھیں جہنم کی آگ سے بچا کر اپنے ساتھ جنت میں لے جانے کے لیے تشریف لے گئے تھے؟..... کیا احد میں ان کے دندانِ مقدس شہید نہیں کیے گئے تھے؟.....

اے عیش و آرام کی زندگی گزارنے والو! کیا تم اپنے اُن محسنِ اعظم نبی کے لیے ایک پتھر بھی نہیں کھا سکتے جو دن کو گالیاں اور پتھر کھا کر لوگوں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دیا کرتے تھے اور رات کو انھی پتھر مارنے والے ظالموں کے لیے گڑگڑا کر اپنے رب سے التجائیں کیا کرتے تھے.....

ہمارے رہبر اعظم حضرت محمد ﷺ کو اپنی قوم کی ہدایت کی اتنی فکر تھی کہ خود رب ذوالجلال فرماتا ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بِخْعٍ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَرِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾

”پھر شاید آپ تو خود کو ان کے پیچھے غم سے ہلاک کرنے والے ہیں اگر یہ (کافر) اس بات (قرآن) پر ایمان نہ لائیں۔“<sup>34</sup>

کیا تم اپنے اس نبی کے دین کی حفاظت کے لیے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے؟ ایک گالی بھی برداشت نہیں کر سکتے؟..... آخر کیوں نہیں؟..... قیامت کے دن تم رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے..... جب تمام انبیاء شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے..... آخر کار محمد رسول اللہ ﷺ شفاعت کے لیے سجدے میں سر جھکا دیں گے اور اللہ فرمائے گا:

«يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعَ»

”اے محمد! اپنا سر اٹھائیے! آپ جو مانگیں گے وہ ملے گا..... جس کے لیے سفارش کریں گے قبول ہوگی۔“

اور رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے:

«أُمَّتِي، يَا رَبِّ! أُمَّتِي، يَا رَبِّ!»

”اے اللہ! میری امت کو بچالے..... اے اللہ! میری امت کو بچالے۔“<sup>35</sup>



أمتي. يارب! أمتي. يارب!

ہم اپنے گریبان میں جھانکیں کیا ہم شفاعت کے مستحق بھی ہیں یا نہیں؟.....  
 کہیں ہمارے کردار، سرگرمیاں اور معاملات رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی  
 عکاسی تو نہیں کر رہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم کوئی اعمال عبادت سمجھ کر کر  
 رہے ہوں اور وہ ہمارے لیے وبال جان بنتے جا رہے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے  
 فرمایا ہے:

﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۖ تَصَلِّي نَارًا حَامِيَةً ۖ﴾

” (عمل کرنے میں) سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے ہوں گے۔  
 (پھر بھی) دکھتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔“<sup>36</sup>

دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ  
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ ﴾

”لہذا چاہیے کہ جو لوگ اس (اللہ اور اس کے رسول) کے حکم کی خلاف  
ورزی کرتے ہیں، اس (بات) سے ڈریں کہ انہیں کوئی آزمائش  
آپڑے یا انہیں دردناک عذاب آئے۔“<sup>37</sup>

ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زیادہ سخت انداز میں وعید فرمائی ہے:

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ  
سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ ﴾

”اور جس شخص کے سامنے واضح شکل میں ہدایت آجائے اور اس کے

بعد وہ رسول کی مخالفت کرے، اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے کی پیروی کرے، تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ جانا چاہے اور ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔“ 38

آئیے! ہم سب مل کر اللہ سے بھیک مانگیں: اے رب ذوالجلال! اے روز جزا کے مالک! ہمیں اپنے تمام کام رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرما..... اور روز محشر ہمیں اپنے پیارے نبی محمد ﷺ کی شفاعت کا مستحق بنا..... ان کی سفارش کے ذریعے ہم گناہ گاروں کے گناہ معاف فرما کر ہمیں ان کے پرچم کے سائے میں جنت الفردوس میں داخلہ نصیب فرما..... اے مالک! ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کے افکار اور اعمال جلیلہ کے اجر سے محروم نہ کر..... ان کے بعد ہمیں بتلائے آزمائش نہ کر..... ہمیں فتنوں اور فرقہ واریت سے محفوظ فرما..... ہمیں شافع محشر ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے حوضِ کوثر کا وہ پانی پلا جو ہماری تشنگی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دے۔ آمین..... آمین.....



- 1 صحیح البخاری، حدیث: 3445. 2 صحیح مسلم، حدیث: 1718. 3 الأعراف  
 157:7. 4 النجم 4,3:53. 5 الأحزاب 56:33. 6 جامع الترمذی، حدیث: 3545.  
 7 صحیح مسلم، حدیث: 384. 8 مسند أحمد: 283,282/6. 9 جامع الترمذی،  
 حدیث: 486. 10 سنن أبي داود، حدیث: 1047، صححه الألبانی. 11 مسند أحمد:  
 366/2، باختلاف الألفاظ. 12 سنن النسائي، حدیث: 5332. 13 الأحزاب 21:33.  
 14 النور 51:24. 15 النساء 65:4. 16 النساء 64:4. 17 النساء 70,69:4. 18 صحیح  
 البخاری، حدیث: 7280. 19 الحجرات 2,1:49. 20 صحیح البخاری، حدیث:  
 4406، ومسند أحمد: 37/5. 21 صحیح البخاری، حدیث: 6584,6583. 22  
 المعارج 18-11:70. 23 الحاقة 29,28:69. 24 الحاقة 32-30:69. 25 الفرقان  
 29-27:25. 26 السجدة 12:32. 27 السجدة 14:32. 28 صحیح مسلم، حدیث:  
 525، 526، وسنن النسائي، حدیث: 743. 29 المائدة 91,90:5. 30 صحیح  
 البخاری، حدیث: 4617,2464. 31 صحیح مسلم، حدیث: 2090. 32 المدثر  
 48-42:74. 33 التوبة 66,65:9. 34 الكهف 6:18. 35 صحیح البخاری، حدیث:  
 4712. 36 الغاشية 4,3:88. 37 النور 63:24. 38 النساء 115:4.